بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۶۰۹

ماہنامہ

عرفات

لاہور

جلد ۲۸
شمارہ ۱

بابت جنوری ۱۹۸۶ء

قیمت فی پرچہ سوا روپیہ
سالانہ چندہ پندرہ روپے

مدیر اعلیٰ مفتی محمد حسین نعیمی
مدیر اعزازی محمد سرفراز نعیمی ایم اے
مدیر معاون احمد حسن نوری



مقام اشاعت
دار العلوم جامعہ نعیمیہ
گڑھی شاہو۔ لاہور
فون نمبر ۳۰۶۵۹۲

مفتی محمد حسین نعیمی نے باہتمام محمد یعقوب پرنٹر و پبلشر حمایت اسلام پریس لاہور سے چھپوا کر جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور سے شائع کیا۔

فہرست



رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور

قمر یزدانی

بعدِ خدا بزرگ تر! دونوں جہاں ہیں تیری ذات
ذکرِ خدا ہے تیرا ذکر، وحیِ خدا ہے تیری بات

جلوے تیرے جمال کے، ارض و سما پہ ہیں محیط
ہر سو تیرا ظہورِ نور، ہر سو تری تجلیات

مہر و مہ و نجوم میں حُسن ہے تیرا جلوہ گر
تیری تجلیات سے نور فشاں ہیں شش جہات

قائم ہے تیری ذات سے نظمِ جہانِ آب و گل
تیرا وجودِ پاک ہے رُوحِ روانِ کائنات!

مرنا ترے فراق میں، جینا ترے خیال میں
ایک مماتِ باحیات، ایک حیاتِ بے ممات

گڑھی شاہو لاہور ۱۹۸۵ء میں

از: محمد دین کلیم قادری

آج کل گڑھی شاہو لاہور کا علاقہ تقریباً ریلوے اسٹیشن سے نہر اَپر باری دوآب تک ہے۔ اِس علاقہ کے درمیان علامہ اقبال روڈ ہے اگر ریلوے اسٹیشن سے نہر کیطرف چلیں تو بائیں طرف یہ عمارات۔ مقابر اور مزارات وغیرہ آتے ہیں جو کہ اب موجود ہیں۔ ریلوے اسٹیشن لاہور۔ مسجد دائی انگہ۔ لکڑی کا ریلوے کا پل۔ ڈی ایس آفس (ریلوے)۔ مزارِ حضرت سید عبدالخالق چشتی۔ مزار چاندی شاہ۔ ریلوے لیڈی گریفن ہائی اسکول۔ برٹ انسٹیٹیوٹ۔ مزار حضرت فاضل شاہ نوشاہی قادری۔ مزار حضرت عادل شاہؒ قادری نوشاہی۔ علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل)۔ مقبرہ حضرت سید نظام الدینؒ چشتی المشہور بہ پیر مہکا۔ مزار حضرت شاہ گداؒ قادری شطاری۔ مزار قاضی محمد افضلؒ قادری شطاری۔ مزار حضرت شیخ شہباز گداؒ

مزارِ حضرت شیخ احمد گداؒ مزارِ حضرت شیخ لال گداؒ قادری شطاری۔ خانقاہ حضرت محمد سلطان المعروف بہ مرگ نینی۔ ریلوے کا اوَد پاچل۔ مزار حضرت سید میراں شاہؒ بخاری۔ ریلوے اسٹیڈیم مقبرہ و مسجد مولینا غلام دینؒ اشرفی قادری۔ مسجد پاور ہاؤس (ریلوے)۔ مزار حضرت شاہ ابوالخیر بغدادی۔ مزار حضرت مولینا محمد نعیمؒ۔ مزار حضرت چراغ شاہؒ۔ مزار حضرت معصوم شاہؒ مزار حضرت شاہ عنایتؒ۔ مقبرہ حضرت پیر بھولاؒ مزار حضرت صادق شاہ۔ مزار حضرت مولینا محمد وارثؒ۔ مزار حضرت صوفی محمد دینؒ چشتی صابری محراب شریف مزارات نوّاب جعفر خاں و کاظم خاں۔ مقبرہ پیر نوازش علی شاہؒ چشتی صابری بھورہ مزار صادق علی شاہؒ گجراتی۔ مزار حضرت میاں شہاب الدینؒ قادری۔ مزار حضرت گوندی پیرؒ۔ مقبرہ نصرت خاں۔ مقبرہ نوّاب بہادر خاں۔ کوس

مینار جہانگیری۔ مزار پیر روڑاں والا۔ مسجد قدیم
قصاب خانہ۔ مزار حضرت مولینا جان محمد رح سہروردی
مزار حضرت مولینا تاج الدین رح قادری۔ مزار حضرت
شیخ عبدالحق رح مجذوب قادری۔ گاف گراؤنڈ۔
ریلوے کا لوہے کا پل۔ نہر اپر باری دوآب۔

او۔ علامہ اقبال روڈ کے دائیں جانب یہ عمارات
مساجد۔ مقابر اور مزارات وغیرہ واقع ہیں۔
ریلوے اسٹیشن لاہور۔ اڈہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ
کارپوریشن۔ مقبرہ محمد صالح کمبوہ۔ مقبرہ شیخ
عنایت اللہ۔ مقبرہ شیخ علی رنگریز رح اور ولی
رنگریز رح۔ مزار حضرت سید رحمت اللہ شاہ رح
قریشی (فرشتیاں والی درگاہ)۔ ریلوے ہیڈکوارٹر
ریلوے کیرن ہسپتال۔ جامعہ نعیمیہ۔ قبرستان
کوٹھی داراں۔ مقبرہ حضرت سید محمود رح حضوری۔
مقبرہ حضرت سیّاں محمد حضوری۔ مقبرہ حضرت شاہ نور حضوری۔ مزار
حضرت سید عبدالخالق رح قادری۔

مزار حضرت سید عبدالرزاق رح قادری
مزار سید عبداللہ قادری۔ مزار سید عبدالقادر رح
بھاکری۔ مزار حضرت فتح شاہ رح سرمست قادری۔
مزار حضرت غلام محی الدین قادری۔ مزار حضرت
حامد شاہ رح قادری۔ مزار حضرت سید سردار شاہ رح
قادری۔ مزار حضرت سید احمد شاہ رح قادری۔
مزار حضرت سید بہادر شاہ رح قادری۔

مقبرہ حضرت بھاگے شاہ رح قادری نوشاہی۔
مزار حضرت الف شاہ رح و قبرستان زرگراں
مزار حضرت بہاری شاہ رح۔ مزار پیر محمد خان
عدالتی۔ میوگارڈنز۔ نہر اپر باری دوآب۔

تاریخ گڑھی شاہو

یہ ایک حقیقت ہے
کہ گڑھی شاہو کی آبادی اتنی قدیم نہیں ہے جتنی کہ
اچھرہ کی ہے مگر پھر بھی جہاں تک [illegible] ہو سکی ہے
اس کے مطابق اس آبادی میں سب سے قدیم
مزار حضرت الف شاہ رح کا ہے جس کے متعلق لکھا
ہے۔ کہ آپ حضرت بی بی پاکدامناں کے ساتھ
لاہور تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد عہد
لودھیاں میں حضرت سید عبدالخالق رح تشریف لائے
جنھوں نے اس آبادی میں ایک تالاب بنام
سید سر۔ مدرسہ۔ مسجد اور مکانات تعمیر کرائے مرید
براں حضرت سید محمود رح حضوری بھی اس زمانہ میں
افغانستان (غور) سے وارد لاہور ہوئے۔ عہد
جلال الدین اکبر میں اس علاقہ کا نام شیخو گڑھی،
اور ٹھٹھی لگہ تھا۔ عہد جہانگیر میں حضرت
شیخ ابوالخیر لاہور تشریف لائے۔ تو اس آبادی
کو گڑھی ابوالخیر اور خیر گڑھ کہا جانے لگا۔ عہد

شاہجہان میں گجرات کاٹھیاواڑ سے حضرت ابوتراب شاہ گدا قادری شطاری اس جگہ سکونت پذیر ہوئے۔ پھر عہدِ مغلیہ میں یہاں باغات لگوائے گئے جن میں اُمراء کے مقابرہ تعمیر ہونے لگے اِن باغات میں مقبرہ نواب بہادر خاں۔ مقبرہ نواب نصرت خاں۔ مقبرہ شیخ عنایت اللہ اور محمد صالح کمبوہ اور پھر مزار پیر محمد خاں عدالتی کے علاوہ مقبرہ حضرت سید نظام الدین چشتی رح المعروف بہ پیر مہکا بہت مشہور تھے۔ یہ باغات امتدادِ زمانہ اور سکھ گردی میں ویران کر دیئے گئے۔ مولوی نظام الدین چشتی رح پیر مہکا عہدِ اورنگ زیب عالمگیر رح میں لاہور تشریف لائے تھے۔ مولوی ضیاءُ الحق اور مولوی بہاءُ الحق جو آباؤ اجداد پیر مہکا سے تھے۔ نے بھی یہاں باغات اور حویلیاں بنوائیں۔

مُصنف "تحقیقاتِ چشتی" نے فرماناتِ میر نعمت اللہ مومن خانی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ جب حضرت شاہ اُبوالخیر رح لاہور تشریف لائے اور گڑھی شاہو کے علاقہ میں اقامت گزین ہوئے تو یہاں باغ سنگھار دل تھا صورت اس کی یہ بنائی کہ گرد و نواح دیوار بطورِ فصیلِ قلعہ اور اندر کی طرف اس کے تمام محراب تابوتی کوٹ کی شکل میں تیار کیے۔ تو ان کی وفات ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۲۴ء عہدِ ناظمانِ لاہور گڑھی شاہو کے جانبِ غرب ایک موضع بنام ٹھٹھی گگہ آباد تھا۔ گگہ کمبوہ عہدِ اکبر میں ایک ہندو بقّال تھا۔ اِس ہندو بقّال کے پسران عہدِ میر معین الملک میر منّو ناظمِ لاہور مسلمان ہو گئے اور شیخ کہلانے لگے۔

۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء موضع کرباٹھ جو لاہور سے بارہ کوس کے فاصلے پر ہے، سے بھیڑ بکریوں کو لے کر ایک شخص مسمی شاہو تیلی آگیا اور اُس نے اس ویران خانقاہ میں اپنا ڈیرہ جما لیا۔ اس وقت لاہور کا صوبیدار آدینہ بیگ خاں تھا اس نے چند ملازم رکھ لیے اور خیر گڑھ میں دودھ بیچنے لگا اور بھیڑ بکریوں کو حجروں میں باندھنے لگا اس نے اس خانقاہ کو بے حد متاثر کیا اور زیجگہ مدرسہ وغیرہ ختم کر دیئے گئے۔ سکھوں کے عہد میں، شیخ نور محمد وغیرہ نے شاہو تیلی کو مسجد اور حجروں سے نکال دیا۔ اور اپنے آدمی وہاں بسا لیئے۔

عہدِ سہ حاکمانِ لاہور میں گوجر سنگھ نے اس ویران اور بے آباد جگہ کو آباد کرنا شروع کر دیا۔ یہ ۱۷۶۹ء سے قبل کا واقعہ ہے۔ مختلف زمانوں میں یہاں محلہ دائی انگہ۔ محلہ سید سر۔ محلہ قصاب پورہ۔ محلہ نور پورہ اور تکیہ کبابیاں آباد رہے ہیں اور پھر فرنگیوں کے دور میں تو اس آبادی نے تو ترقی کرنی شروع کی۔

اور آج ــــ گڑھی شاہو کا علاقہ ریلوے اسٹیشن لاہور سے لیکر نہر اپر باری دوآب تک مکمل طور آباد ہے۔ اور لاہور کی اچھی آبادیوں میں سے ایک آبادی ہے۔

قدیم آثار جواب موجود نہیں ہیں

یہاں ان قدیم آثار کی نشان دہی کی جاتی ہے جن کا نام تاریخ میں تو محفوظ ہے مگر ان کا وجود اب باقی نہیں ہے۔ جن میں سے بیشتر سکھوں کی بربریت اور بہیمیت کا شکار ہو گئے۔ ان کے قیمتی پتھر اور سنگ مرمر اتار لیا گیا۔ اینٹیں نکال لی گئیں اور وہاں خاک اڑنے لگی۔

تالاب سیدسر

تالاب سید سر دربار حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی۔ جانب شمال روضہ حضرت سید نظام الدین چشتی المعروف بہ پیر ٹھکا کے جانب شمال ہے۔ یعنی موجودہ برٹ انسٹی ٹیوٹ اور لیڈی گریفن گرلز ہائی سکول اس نشیبی جگہ میں واقع ہیں۔ ایک بزرگ حضرت سید عبدالواسع جو بمقام سرہند شہید ہوئے تھے۔ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالخالق لاہور آ گئے اور انہوں نے یہاں آ کر یہاں مکانات خرید کر اپنی بودوباش اختیار کی اور پھر ان کا نکاح حضرت سید محمود حضوری کی صاحبزادی سے ہوا۔ سید عبدالخالق زہد و ورع میں ممتاز اور متبحر عالم تھے۔ انہوں نے یہاں ایک دینی مدرسہ جاری کیا۔ نیز تالاب خام کھدوایا۔ اسی وجہ سے اس جگہ کا نام محلہ سید سر ہو گیا۔ کیونکہ سر پنجابی میں تالاب کو کہتے ہیں۔ ہزارہا کی تعداد میں طالب علم یہاں آ کر آپ سے مستفید ہوتے تھے۔ ان کو بادشاہ کی طرف سے جاگیر بھی ملی۔ لکھا ہے کہ اس تالاب میں غسل کرنے والے کو شفا ہو جاتی تھی جب سکھوں کا عہد آیا تو انہوں نے اس مقام پر بھی حملہ کر کے اس کو لوٹ لیا اور آبادی کو ویران کر دیا چنانچہ جس کا جس طرف سینگ سمایا وہ اسی طرف چلا گیا۔ اور عہد انگریز تک یہ تالاب کی شکل میں ہی رہا حتیٰ کہ یہاں انگریز نے عمارات تعمیر کرائیں۔ شہنشاہ جلال الدین اکبر نے اپنے عہد حکومت میں بیرون لاہور کو ستائیس گزوں میں تقسیم کیا تھا۔ "سید سر" کے متعلق لکھتے ہیں۔

"جس موقع پر ریلوے اسٹیشن ہے اس کے قریب ایک تالاب تھا جس کو ایک سید نامی معروف پیر ٹھکا کے مریدوں نے بنوایا تھا پیر ٹھکا درویش

آدمی تھا۔ اصلی نام اس کا عبدالخالق تھا۔"

عیدگاہ جہانگیری

یہ عیدگاہ شہنشاہ نورالدین جہانگیر نے گڑھی شاہو لاہور میں ریلوے کے بڑے پل کے قرب وجوار میں تعمیر کرائی تھی۔" وقائع جہانگیری میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے یہ عظیم الشان عمارت شاہی انجنیئر خواجہ ایاز کی زیرنگرانی تعمیر کرائی تھی اس مسجد کے شمال۔ جنوب اور مغرب میں تین بازار ہیں۔ جو تریولیہ بازار کہلاتا تھا۔ ہر بازار میں ستر دکانیں اور بالاخانے تھے۔ جس کا کرایہ مسجد کے اخراجات پر صرف ہوتا تھا۔ اس رفیع الشان عیدگاہ کی تعمیر پہ بیس لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ بھی تھا۔ اس عمارت کی مکمل تفصیل "تحقیقاتِ چشتی" اور" ہسٹری آف لاہور" میں مکمل طور پر موجود ہے۔ بلکہ مولوی نور احمد چشتی نے تو اس عمارت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے پہلے نور جہاں نے اس مدرسہ کا مہتمم مولوی عنایت حسین کو مقرر کیا تھا۔ حافظ حبیب اللہ امام مسجد تھے اور سید مقبول حسین اس ساری عمارت کے امین تھے۔ علاوہ ازیں پچاس کے قریب دیگر معلم اور خادم وغیرہ تھے۔ شاہجہان کے عہد حکومت میں یہاں بہت رونق تھی اور مدرسہ اپنے عروج پر تھا۔ سکھوں کے عہد میں اس عمارت کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا گیا اور اس کو ویران کر دیا گیا۔ عہد انگلشیہ میں اس مسجد کا ایک حصہ ریلوے افسروں کی قیام گاہ بنا۔ جب ریلوے اسٹیشن لاہور کی توسیع کی گئی تو یہ مسجد شہید کر دی گئی اور ریلوے لائنیں اور مالگدام وغیرہ عمارات تعمیر ہوئیں۔ ۱۸۹۰ء کے قریب اس عظیم الشان عمارت کو منہدم کر دیا گیا۔ جس قدر عہد مغلیہ کی عمارات محکمہ ریلوے کی توسیع کے سلسلے میں مسمار اور منہدم کر دی گئیں۔ وہ بے حد و بے حساب ہے۔ اس کی مکمل تفصیل راقم الحروف نے اپنے مقالہ" محکمہ ریلوے کی طرف سے لاہور کے آثارِ قدیمہ کی تباہی" میں دی ہے۔ ریلوے لوکو شاپ۔ ریلوے کیرج شاپ۔ لاہور ریلوے سٹیشن اور اس کی دور تک ریلوے لائنیں وغیرہ اس امر کا بیّن ثبوت ہیں۔

خانقاہِ خیر گڑھ

حضرت ابوالخیرؒ نے بغداد شریف سے

آ کر گڑھی شاہو میں قیام کیا اور یہاں ایک خانقاہ تعمیر کی۔ چونکہ نہایت وسیع و عریض تھی اور بادشاہی مسجد لاہور کی طرح تعمیر شدہ تھی اس کی چاروں میناروں کی تفصیل اس طرح ہے (۱) پہلا مینار مسجد بابا کرم بخش کے قریب علامہ اقبال روڈ پر تھا۔ یہ جنوب مغربی مینار تھا۔ اس کا نشان اب بھی نظر آتا ہے۔

(۲) دوسرا مینار ایبک سٹریٹ گڑھی شاہو نزد مکان چوہدری عنایت اللہ سابق ایم ایل اے تھا۔ یہ شمالی مینار تھا۔

(۳) تیسرا مینار فیض سٹریٹ مغلپورہ روڈ پر تھا۔ اس پر حاجی فیض محمد کا مکان بنا ہوا ہے یہ جنوب مشرقی مینار تھا۔

(۴) چوتھا مینار ابوالخیر سٹریٹ کا صدر دروازہ جو اب بھی موجود ہے، پر تھا۔ یہ شمال مشرقی مینار تھا۔

مسجد ابوالخیر سطح زمین سے آٹھ دس فٹ نشیب میں ہے۔ اس کا فرش چھوٹی کھڑی اینٹوں کا ہے۔ چونے گچ کے گنبد سیاہ ہو چکے ہیں۔ تقریباً پانچ سو آدمی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد کی محراب پر آج بھی منقش اسمائے ربانی نظر آتے ہیں۔ مسجد کے اوپر جانے کا راستہ الٰہی شاہ درویش حضرت جان محمد قصوری کے مکان میں آ گیا تھا۔ جب مسجد و مدرسہ تعمیر ہوئے تو اس آبادی کا نام خیر گڑھ مشہور ہوا۔ مفتی تاج الدین لاہوری نے اپنی تصنیف "قدیم لاہور" میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

صحن مسجد کے تین اطراف میں حجرہ جات تھے۔ جس میں مدرسہ کے طالب علم رہتے تھے چونکہ حضرت شاہ ابوالخیر ایک متبحر عالم تھے۔ اس لیے جلدی ہی اس مدرسہ کی شہرت بہت ہو گئی اور ہزار ہا تشنگانِ علم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرنے لگے۔ آپ نے اس مدرسہ میں تقریباً ایک صدی درس دیا۔ جو آپ کی طوالتِ عمری کی دلیل ہے۔ طالب علموں کے لیے رہائش اور خورد و نوش کا مکمل انتظام تھا۔ خانقاہ کا خرچ شاہی خزانہ سے ادا ہوتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد مدرسہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد نعیم رح ہوئے۔ بالآخر سکھوں کے عہد میں یہ مدرسہ ختم کر دیا گیا

جس زمانہ میں احمد شاہ ابدالی کی فوج نے بیگم پورہ کو تاخت و تاراج کیا اور محلاتِ بیگم پورہ کو خوب لوٹا۔ تو ان ایام میں خیر گڑھ کے مکین بھی اس علاقہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور مختلف آبادیوں میں قیام پذیر ہو گئے۔ تو لوجر سنگھ یکے از سہ حاکمانِ لاہور کے ایما پر ایک شخص

سی حبیب اللہ نے اس کو پھر آباد کیا اور لوگوں نے خود مکان بنا لیے ۱۸۶۷ء میں ایک منزلہ مکان ۶۹، دو منزلہ ۳۳ اور بیرون چاردیواری مشرق میں ۲۴ اور مغرب میں ۲۰ مکانات تعمیر ہو گئے۔

بنگلہ موتیا بیگم

مولوی نور الدین چشتی مصنف "تحقیقاتِ چشتی" لکھتا ہے کہ محراب شریف سے شمال رویہ ایک اور گنبد بہ شکلِ بنگلہ کھڑا ہے۔ صورت اس کی عجیب، نیچے سے مربع اور اوپر سے مثلث ڈھالواں ہے۔ اس میں کوئی قبر نہیں بلکہ یہ بنگلہ شامل چاہ میلاتی دیالی ساکنانِ گڑھی شاہو کا مستعملہ ہے۔ وہ اس میں گھاس رکھتے ہیں۔

اصل میں یہ بنگلہ قبر موتیا بیگم دخترِ نواب خلیل اللہ خاں ولد میر میران نعمت اللہ صوبیدار لاہور کی تھی۔ یہ خلیل اللہ خاں ۱۶۵۸ء سے ۱۶۶۲ء تک گورنر لاہور رہا۔ نواب صاحب دارا شکوہ کے ساتھ مل کر اورنگ سے لڑے تھے پھر منصبِ شش ہزاری پاکر صوبیدار لاہور مقرر ہوئے اور پھر لاہور ہی میں وفات پائی۔ نواب صاحب نے اپنے دورِ صوبیداری میں اپنی دختر کی وفات پر یہ مقبرہ بنوایا، جو کہ اس وقت وفات پا گئی تھی۔ ۱۹۴۰ء میں راقم الحروف نے محراب شریف اور ریلوے لائن کے درمیان میں کھیتوں میں ایک ٹوٹی ہوئی قبر کے نشانات دیکھے تھے اب اس جگہ مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔

مسجد امیر خاں

مسجد امیر خاں اُس جگہ واقع تھی جہاں اب موجودہ جامعہ نعیمیہ ہے۔ اس نمونہ کی مسجد قصبہ میاں میر میں حضرت خواجہ بہاری قادری رحؒ خلیفہ حضرت میاں میرؒ قادری فاروقی کے قریب کی مسجد تھی۔ مولوی نور احمد چشتی لکھتا ہے کہ "اب اس مسجد پر قبضہ زمینداران موضع گڑھی شاہو کا ہے۔ نیز ایک کنواں بھی ہے کہ جس کے ساتھ اکیس بگھہ زمین مزروعہ ہے جو کہ مقبوضہ قائم پسر غلام نبی۔ روڑا اور تنھا زمینداران ہے اب اس مسجد میں درسندگہ کے توڑی بھری ہوتی ہے۔"

نواب امیر خاں عہدِ اورنگ زیب عالمگیر میں ہفت ہزاری منصبدار تھا اور بعد از وفات یہاں دفن ہوا — اور یہی بات "تذکرۃ الامراء" کے حوالہ سے بھی ظاہر ہے۔

نواب امیر خاں کا مزار بھی اس مسجد کے احاطہ میں بنا۔ جس کا نشان اب بھی موجود ہے عہد سکھاں میں سکھ لوگ اس قبر کے سنگِ مرمر کے تعویز کو اکھاڑ کر لے گئے۔ ۲۲ فروری ۱۹۷۶ء کو اس مسجد میں شیخ عبدالعزیز بن صالح خطیب، قاضی القضاۃ اور امام مسجد نبوی مدینہ منورہ جامعہ نعیمیہ میں تشریف لائے تو نواب امیر خاں کے مزار کے اردگرد گملے رکھے گئے۔ جن میں ہر سبز و شاداب لہلہاتے ہوئے پھولدار پودے سجائے گئے تھے۔

مقابر و مزارات جو اب بھی موجود ہیں

یہاں وہ نشانات و مقامات از قسم مقابر مزارات، مساجد وغیرہ کی تفصیل دی جاتی ہے جو اس وقت موجود ہیں:

مزار حضرت سید عبدالخالق بھاکری قادری

آپ سید عبدالواسع کے صاحبزادے اور حضرت سید محمود حضوری رح کے نواسے تھے لاہور میں آپ نے محلہ سید سر (سید کا تالاب) آباد کیا۔ اس تالاب کا پانی آپ کی دعا و برکت سے پھوڑے پھنسی والے افراد کے لیے اکسیر تھا جس سے بے شمار لوگ فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ نے یہاں ایک مدرسہ بھی جاری کیا۔ یہ تالاب برٹ انسٹیٹیوٹ و ریلوے گریفن ہائی سکول کے پاس تھا۔ اب موجودہ صورت میں محلہ سید سر۔ تالاب سید سر۔ سید۔ مدرسہ و خانقاہ کے آثار تک استدادِ زمانہ سے ختم ہو چکے ہیں۔ اس محلہ کو کئی دفعہ سکھوں نے لوٹنے کی کوشش کی، مگر ہر دفعہ سادات ان رہزنوں کو کچھ دے دلا کر واپس کر دیتے۔ آخر بھنگی سرداروں نے اس محلہ کو ویران کر دیا اور یہ وجہ تھی کہ یہاں گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ آبادی ویران ہو گئی۔

آپ کی وفات ۹۰۷ھ بمطابق ۱۵۰۱ء عہد سکندر لودھی میں ہوئی۔ قبر اندرون احاطہ چار دیواری حضرت سید جان محمد رح حضوری بنی۔

مقبرہ حضرت سید محمود حضوری رح

آنجناب ملک غور افغانستان کے رہنے والے تھے۔ والد مکرم کا اسم گرامی شمس الدین رح المشہور بہ شمس العارفین موسوی تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد امجاد سے تھے سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ نے بیعت اپنے والد ماجد سے

کی تھی۔ جب حضرت شمس الدینؒ وصال پا گئے تو
تو آپ ولایت غور سے لاہور تشریف لائے
اور محلہ حاجی سوائی میں اقامت گزین ہوئے
چونکہ یہ محلہ شہر سے باہر تھا اور سکھ غارتگروں
نے اس کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ لہٰذا آپ
گڑھی شاہو میں مقیم ہوئے اور یہاں درس و
تدریس اور تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا
علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے
تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی بزرگی کا بہت چرچا
ہوا اور بے شمار لوگ آپ سے راہِ ہدایت حاصل
کرنے حاضر ہونے لگے نیز پیری مریدی کا
سلسلہ شروع کر دیا۔ لکھا ہے کہ جو شخص بھی آپ
کی خدمتِ اقدس میں خلوصِ دل سے حاضرِ خدمت
ہوتا اور بیعت سے مشرف ہوتا۔ اس کو رسولِ اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو
جاتی۔ اس لیے آپ حضور سرورِ دو عالم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضوری مشہور ہوئے۔ آپ
کے علاوہ آپ کے فرزند حضرت شاہ نور حضوریؒ
پھر ان کے صاحبزادے حضرت جان محمد حضوریؒ
پھر ان کے صاحبزادے حضرت سید سرور دین
حضوری بھی حضوری تھے۔ جس کے بعد یہ سلسلہ
منقطع ہو گیا۔

آپ کی وفات ۹۴۳ھ بمطابق ۱۵۳۶ء
عہد نصیر الدین ہمایوں میں لاہور میں ہوئی۔ ان
دنوں مرزا کامران گورنر لاہور تھا۔ آپ کا مقبرہ
مین بازار گڑھی شاہو کے بالمقابل علامہ اقبال
روڈ پر برلب سڑک واقع ہے۔ جہاں آپ کے ساتھ
آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ نور حضوری
کی بھی قبر ہے۔ تاریخ وصال اس طرح ہے۔

رفت از دنیا چو در خلدِ برین
سید محمود پیرِ باکمال
صاحبِ مشتاق تاریخش بگو ۹۴۳ھ
نیز شمس العارفین صاحب جمال

مزار حضرت سید عبدالرزاق بھاگری قادری

آپ سید عبدالخالقؒ کے فرزند ارجمند
تھے۔ زہد و ورع میں کمال حاصل تھا۔ نہایت
عبادت گزار بزرگ تھے اور خاندانی روایات
کو قائم رکھے ہوئے تھے۔ آپ سے بہت سی
کرامات ظہور پذیر ہوئیں۔

آپ کا وصال ۹۴۳ھ بمطابق ۱۵۳۶ء
لاہور میں ہوا اور قبرستان حضرت جان محمد حضوری
علامہ اقبال روڈ میں دفن ہوئے۔ یہ ہمایوں
بادشاہ کا زمانہ تھا اور ان ایام میں میرزا کامران
صوبیدار لاہور تھا۔

مزار حضرت سید عبداللہؒ قادری

فرزند ارجمند سید عبدالخالق بھاکری
تھے۔ مصنف "تذکرہ علمائے ہند" لکھتا ہے
کہ سید عبداللہؒ لاہوری ابن سید عبدالخالق بھاکری
سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک قابلِ احترام بزرگ
تھے۔ جامع علوم عقلیہ ونقلیہ تھے۔ تمام عمر
درس وتدریس اور رشد وہدایت میں گزری
تفسیر، حدیث اور فقہ میں متبحر عالم تھے۔

آپ کی وفات ۹۴۳ھ مطابق ۱۵۳۶ء
بعہد نصیر الدین ہمایوں لاہور میں ہوئی۔ اس
وقت ظہیر الدین بابر کا لڑکا میرزا کامران گورنر
لاہور تھا۔ آپ کی تدفین قبرستان حضرت
جان محمد حضوری علامہ اقبال روڈ میں ہوئی۔

مزار حضرت سید عبدالوہاب بھاکری قادری
آپ سید عبدالرزاق بھاکری کے فرزند تھے
عابد وزاہد بزرگ تھے۔ آپ کی وفات ۹۹۶ھ
مطابق ۱۵۸۹ء میں ہوئی اور احاطہ قبرستان حضرت
سید جان محمد حضوری میں دفن ہوئے۔

مقبرہ حضرت شاہ نور حضوری

حضرت سید شاہ نور حضوری ابن حضرت
سید محمود حضوری قادری لاہور کے ایک نامور
بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کے فرزند حضرت سید
جان محمدؒ حضوری نے لاہور میں بڑا نام پیدا کیا
آپ نے اپنے والد مکرم کے زیر سایہ تعلیم و
تربیت پائی۔ آپ کی قبر مقبرہ حضرت سید محمودؒ
حضوری برلبِ سڑک علامہ اقبال روڈ بالمقابل
مین بازار گڑھی شاہو لاہور ہے۔ یہ مقبرہ ایک
سوداگر عبدالصمد نامی نے بنوایا تھا۔
مفتی غلام سرور لاہوری نے "گنجِ تاریخ"
میں آپ کی تاریخ وفات ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۸ء
بعہدِ جلال الدین اکبر لاہور میں لکھی ہے۔ اس وقت
راجہ بھگوان داس صوبیدار لاہور تھا۔

مقبرہ نوّاب بہادر خاں

مقبرہ نوّاب بہادر خاں ریلوے لائن امرتسر
کے قریب نہر کے لوہے کے پل سے متصل ہے
قدیم زمانہ میں اس آبادی کا نام محلہ گنج تھا۔ نواب
بہادر خاں اُمرائے اکبری دربار میں سے تھا۔
مقبرہ ایک ہشت پہلو چبوترہ پختہ پر تعمیر ہوا ہے
یہ مقبرہ دو منزلہ نہایت پختہ وسنگین بنا ہوا ہے۔
اُوپر غلام گردش بھی تھی۔ ایک طرف کے زینہ
سے چڑھ کر چاروں طرف انسان پھر سکتا ہے اوپر

جانے کے لیے دو زینے ہیں۔

سکھوں کے عہد میں اس کو بارود خانہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کا تمام قیمتی پتھر اُتار لیا گیا۔ سنگ مرمر کا تعویذ بھی یہ رہزن آتار لے گئے۔ باغ کو جس میں مقبرہ تھا ویران کر دیا گیا۔ رائے بہادر کنہیا لال مصنف "تاریخ لاہور" لکھتا ہے کہ اس مقبرہ کا سنگ مرمر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اُتروا لیا تھا۔

عہد انگریزی میں اس مقبرہ کو بطور ناچ گھر استعمال کیا جاتا تھا۔ بعد میں اس میں سپاہیان و بیلداران ملازمان ریلوے رہتے تھے انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں اس مقبرہ کو خستہ حالی کی بناء پر مرمت بھی کرائی تھی۔

شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف نے کتاب "مراۃ الہند" کے حوالے سے اپنی تالیف انگریزی "ہسٹری آف لاہور" میں لکھا ہے کہ ان کی وفات ۱۰۱۰ھ مطابق ۱۶۰۱ء کے عہد جلال الدین اکبر لاہور میں ہوئی اس وقت صوبیدار لاہور میر مومن خان تھا۔

مزید معلومات کے لیے میرا مقالہ "امیر الامراء نواب بہادر خان" ملاحظہ کریں۔ موجودہ صورت میں یہ مقبرہ محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیرِ انتظام ہے مگر اس کے باوجود اب ریلوے ملازمین نے اس مقبرہ کے متصل مکانات تعمیر کر لیے ہیں اور لاہور کے اس مقبرہ کا حسن ختم کر دیا ہے۔ نیز ان ریلوے کے ملازمین نے محکمہ آثارِ قدیمہ کے قوانین کی عہد پاکستان میں صریحاً خلاف ورزی کی ہے جو کہ ناقابل برداشت ہے اور محکمہ آثار قدیمہ کی کارکردگی پر ایک دھبہ ہے۔

مسجد دائی انگہ



مسجد دائی انگہ ریلوے اسٹیشن پلیٹ فارم ریلوے لائن امرتسر کی دیوار کے ساتھ جانب گڑھی ش واقع ہے

زیب النساء المشہور بہ دائی انگہ شاہجہان کی دودھ پلائی تھی۔ جب شاہجہان نے تاج و تخت سنبھالا تو اُس نے دایہ کو بیش بہا انعامات سے نوازا۔ پھر وہ حج کے لیے چلی گئی۔ واپسی پر اس نے لاہور میں یہ نہایت عظیم الشان مسجد بنائی۔ اس مسجد کے قریب قدم رسول کا گنبد تھا۔ یہ مسجد دائی انگہ نے ۱۰۴۴ھ مطابق ۱۶۳۵ء میں تعمیر کرائی۔

دائی مذکورہ ہرات کے ایک شریف مغل خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ سرزمین ہند میں آنے سے قبل وہ شاہ طہماسپ والی ایران کے محل میں اس کام پر فائز تھی۔ مراد خاں اس کا شوہر تھا جو عہد

جہانگیری میں بیکانیر میں عدالتی کے منصب پر فائز تھا۔

سکھوں کے عہد میں اس مسجد میں بارود خانہ تھا۔ اور اس کے قیمتی پتھر اکھاڑ لیے گئے۔ عہد انگریزی میں اس کو رہائشی مسکن بنا لیا گیا۔ مسٹر کوپ صاحب مہتمم مطبع لاہور کرانیکل نے سرکار سے اجازت لے کر اس مسجد کو کوٹھی بنا لیا۔ چند سال وہ وہاں رہا۔ پھر ریلوے والوں نے اس مسجد پر قبضہ کر لیا اور مسٹر لوگی صاحب افسر کارخانہ بن کر اس میں رہا۔ ۱۹۰۲ء میں یہ مسجد لارڈ کرزن وائسرائے ہند نے مسلمانوں کو واپس کر دی۔ اب دو چار سال ہوئے اس مسجد کے نقش و نگار کو دوبارہ اُجاگر کرنے کی کوشش کی اور بے شمار روپیہ خرچ ہوا۔ مگر پرانے نقش و نگار اُجاگر نہ ہو سکے۔

محرابوں اور دیواروں پر قرآن مجید کی آیات اور درود شریف نہایت خوشخط تحریر کیا گیا ہے۔ یہ کتبے ابراہیم نے تحریر کئے تھے جس کا اپنا تحریر کردہ کتبہ آج دیکھنے میں آتا ہے۔ موجودہ حالت میں مسجد کی حالت اس طرح ہے۔ باغیچہ پر سبز گھاس و پھولدار پودوں سے آراستہ ۵۰×۲۶ قدم ہے۔ ایوان مسجد ۴۲×۱۸ قدم ہے۔ حوض ۱۵×۱۵ قدم۔ صحن مسجد ۶۵×۴۰ قدم ہے جس میں حوض کا رقبہ بھی شامل ہے۔ خطیب کا کوارٹر مسجد کے عقب میں ہے اور جانب شمال کمروں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ تین گنبد اور دو مینار ہیں۔ حوض میں سرخ مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ جانب جنوب مشرق صدر دروازہ اور اور غسلخانے اور وضو خانے اور استنجی خانے ہیں۔ مسجد کے باہر کئی ایک درخت ہیں۔ یہ مسجد زیر انتظام محکمہ آثار قدیمہ و محکمہ اوقاف ہے۔

رائے بہادر کنہیا لال مصنف "تاریخ لاہور" لکھتا ہے کہ مسجد کی تین عالی شان محرابی تالیوتی خوش قطع ہیں دو خورد ایک کلاں عمارت تمام خشتی و منقش کاشی کار ہے۔ اندر سے بھی مسجد کے تین درجے ہیں۔ تالیوتی سقف اور اوپر سقف کے تین گنبد مدوّر عالیشان بنے ہیں۔ پہلے اس کے چار مینار تین تین منزلہ تھے۔ اب اب دو والے (سامنے کے) مینار باقی ہیں۔ پچھلے گر گئے۔ ایک ایک منزل ان دونوں کی بھی گر گئی ہے۔ اندر سے نرم نہیں ہیں۔

مزار حضرت سید عبد القادر بھاکری قادری

آپ سید عبد الوہابؒ بن سید عبد الرزاق بن حضرت سید عبد الخالقؒ بھاکری کے فرزند ارجمند

تھے۔ عبادت و ریاضت میں باکمال تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۵ء
بعہد شہاب الدین شاہجہان لاہور میں ہوئی اس
وقت نواب وزیر خاں صوبیدار لاہور تھا۔ مزار
اندرون چار دیواری حضرت سید جان محمد حضوری
واقع ہے۔

مقبرہ حضرت سید جان محمد حضوری

آپ حضرت شاہ نور حضوری بن حضرت
سید محمود حضوری کے فرزند ارجمند تھے تعلیم و
تربیت اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ آپ
بھی حضوری تھے۔ جو شخص صدقِ دل سے آپ کی
خدمتِ اقدس میں بیعت کے لیے آتا تو اس
کو اس رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی
زیارت پاک ہو جاتی اور وہ تارک الدنیا ہو کر
زاہد و عابد بن جاتا۔ آپ کا مقبرہ ایک وسیع و
عریض احاطہ میں ہے۔ جس میں قبرستان اور مسجد
بھی ہے۔ مسجد چھوٹی سی ہے۔ مگر عہد مغلیہ کی یادگار
ہے۔ اس کو عبدالصمد ایک سوداگر نے تعمیر کرایا
تھا۔ مسجد سطح زمین سے نشیب میں ہے۔ اس
کے تین گنبد ہیں۔

قبرستان میں بے شمار بزرگ اور
دوسرے لوگ دفن ہیں۔ اس میں احاطہ مفتی غلام سرور
لاہوری بھی تھا۔ نیز احاطہ قبور سادات بھاکری
بھی تھا۔ سید عبداللہ شاہ بن سید عبدالوہاب
قادری مشتاق شاہ عظیم شاہ مجذوب۔ سید
نور الدین شاہ۔ حاجی عطا محمد معمار مقبرہ پیر لال شاہ
حضرت فتح شاہ سرمست قادری شطاری۔ حاجی
فیروز دین عربی۔ عبدالرحمن شوق امرتسری۔ مفتی
محمود عالم ہاشمی وغیرہ کی قبور بھی یہاں ہیں۔

مصنف "تحقیقات چشتی" لکھتا ہے کہ ابتدائی
سجادہ نشینان کے پاس ایک شاہی فرمان تھا۔ جو
اورنگ زیب عالمگیر نے نور خاتون کے نام لکھا۔
یہ فرمان ایک گز طول اور آدھ گز عرض میں تھا جو
عربی شنجرف خط میں تحریر تھا اور فرمان کے نیچے
شاہی مُہر تھی۔" فرمان کی نقل" تحقیقات چشتی"
اور "ہسٹری آف لاہور" میں لکھی گئی ہے۔ مگر
اب سجادہ نشینان کے پاس ایسا کوئی فرمان نہیں
ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ عہدِ سکھاں میں یہ ضائع
ہو گیا جو اراضی بادشاہ نے نور خاتون کو عطا کی تھی
وہ پینسٹھ بیگھہ تھی۔ نور خاتون حضرت سید جان محمد
حضوری کی اہلیہ تھی۔ فرمان کی نقل آگے درج ہے۔

گنبد پر یہ اشعار درج ہیں:

محمد جان حضوری بہشتی
جو در ذات خدا شد محوِ مطلق

بہ گفتم از سد اکرام تاریخ

محمد جان بہشتی واصل حق

آپ کے فرزند کا نام سید سرور دین حضوری تھا۔ جن کی قبر آپ کے مقبرہ میں ہی ہے آپ کی وفات ۱۰۶۴ھ مطابق ۱۶۵۴ء عہد شہاب الدین شاہجہان ہوئی۔ گورنر لاہور شیخ عبدالکریم تھا۔ مزار اقدس اندرون احاطہ حضرت جان محمد حضوری علامہ اقبال روڈ بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو واقع ہے اور مسجد سے جانب جنوب ہے۔ اس سلسلہ میں میری تصنیف "حضرت جان محمد حضوری لاہوری" مطالعہ کریں۔ قطعہ تاریخ وصال اس طرح ہے

جانِ ہر دو جہان محمد جہان !

کرد چوں از جہاں بہ خُلد بریں ظہور

فیض دین سالک است تر

باز چہ وصالش از "محب حضور"

۱۰۶۴ھ

فرمانِ عالمگیری

آپ کی اولاد کے پاس ایک فرمان عالمگیری تھا جو کہ شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے دستخطوں سے جاری ہوا تھا اور جس کی رُو سے خانقاہ کے تمام ۶۵ بیگھہ زمین وقف ہوئی تھی۔ اس فرمان کی تائید میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھی ۳۱ ماہ صفر المظفر ۱۲۱۴ھ مطابق ۱۷۹۹ء کو ایک پروانہ عطا کیا تھا۔ یہ سند ۸۶ انچ طول میں اور ۱۸ انچ عرض میں تھی

فرمان عالمگیری کی نقل اس طرح ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یاایھا الناس و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

محی الدین اورنگ زیب بادشاہ

" دریں وقت فرمان والاشان سعادت نشان شرف صدور دریافت کہ موازی شصت و پنج بیگھہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج از جمع از لڑھی شاہ پور مضاف صوبہ پنجاب دارالسلطنت لاہور از خریف اتالیس در وجہ مدد معاش سماۃ نور خاتون (زوجہ حضرت جان محمد حضوری) وغیرہ بموجب ضمن مقرر باشد کہ حاصلات آنرا فصل بہ فصل و سال بہ سال صرف معیشت خود ہا نمودہ بدعائے دولت ابد پیوند مواظبت مے نمودہ باشند۔ مے باید کہ کلام و عمال و جاگیرداران و کروڑیان حال و استقبال حکم والا مستمر دانستہ زمین مذکور را بمورہ و چک بستہ بہ تصرف آنہا باز گزارند و اصلا تغیر و و تبدیل راہ ان راہ نہ نہند و طلب مال و جہات و اخراجات شاقلعہ و پیشکش و جریانہ و ضابطانہ

ومحصلانہ مہرانہ پیکانہ و دستکانہ و دمنیے متعدی و جلادے قانون گوئی وضبط مرسلانہ بعد از تشخیص چک و تکرار زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت آسانندہ دریں باب ہر سال سند مجدد نہ واگر در عملے دیگر چیزے داشتہ باشد اعتبار نہ کنند بتاریخ دوازدہم شہر ربیع الاوّل ۱۴ سنہ جلوس"

اس عبارت کے نیچے یہ مہر تھی:

یا فتاح — یا نافع

عالمگیر بادشاہ غازی

محمد محی الدین ،

ابو المظفر

۱۰۸۰ھ ، ۱۶۶۹ء

سنہ ۱۴ جلوس

بابر بادشاہ

بن عمر شیخ مرزا

جہ ۱۱ق — ۱۹۶۳

موجودہ سجادہ نشین کے پاس اب ایسا کوئی فرمان نہیں ہے۔ سید بہادر شاہ مرحوم کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ ایسے تمام متعلقہ کاغذات ان کے دادا سید احمد شاہ سے انگریز صاحبان لے گئے تھے اور پھر واپس نہیں کئے۔ اغلباً وہ نادر و نایاب فرامین و کتب کے حصول کی خاطر ان کو بھی انگلستان لے گئے ہوں گے

مقبرہ نواب نصرت خان

خان دوراں نواب نصرت جنگ بہادر خواجہ صابر بن خواجہ حصاری نقشبندی کا بیٹا تھا۔ "تحقیقات چشتی" کے مطابق مقبرہ کی چار دیواری کے اندر چالیس کنال زمین تھی اور ایک مسجد بھی۔ مزید براں دو اصطبل بھی تھے۔ باغ بھی تھا۔ مصنف "ہسٹری آف لاہور" خان بہادر سید محمد لطیف نے کتاب "مرأۃ الہند" کے حوالے سے لکھا ہے کہ نواب موصوف کو بادشاہ کی طرف سے خان دوراں کا خطاب حاصل تھا۔

مقبرہ کی عمارت دو منزلہ تھی جو کہ ہشت پہلو تھا کئی محراب تھے اور ہر محراب قالبوتی۔ گنبد نہایت بلند و بالا اور خوشنما تھا اور وسط میں نواب صاحب کی قبر تھی۔ عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں جہاں بے شمار مقابر۔ مساجد اور مزارات تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ یہ مقبرہ بھی اسی زمانہ میں ویران ہوا۔ راجہ کے ایک جرنیل کورٹ صاحب نے

بہت سی دیگر عمارات اور کمرہ جات بنا کر مقبرہ کی ہیئت ہی بدل دی اور قبر کا بالکل نشان مٹا دیا۔ بلکہ پختہ فرش بنا دیا۔ نیز مسجد کو بھی اس نے اپنی کوٹھی میں شامل کر لیا۔ جب انگریزوں کی حکومت آئی تو سرکار نے کوٹھی فروخت کر دی۔ اینٹیں اس کی رائے بہادر لالہ میلا رام ٹھیکیدار نے اکھڑوالیں۔ جو مدوّر اور وسیع کنواں تھا اس کی بھی اینٹیں نکلوالیں۔ مقبرہ میں نقاشی بھی کی گئی تھی اور عربی تحریرات بھی تھیں۔

وفات آپ کی ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۵۹ء بعہد اورنگ زیب عالمگیر میں ہوئی۔ اس وقت نواب خلیل اللہ خاں گورنر لاہور تھا۔ مقبرہ ریلوے کیرج شاپ میں واقع ہے۔ مقبرہ حسب الحکم شہنشاہ اورنگ زیب ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں تعمیر ہوا۔ اب باغ۔ کوٹھی معہ ان اور دیگر آثار کے نشانات باقی نہیں، صرف مقبرہ خستہ حالت میں اور مسجد موجود ہے جس میں ریلوے کے ملازمین نماز ادا کرتے ہیں اور قبر کا نشان بھی بنا دیا گیا ہے۔

مزار نواب جعفر خان

نوازش سٹریٹ نمبر ۳ گڑھی شاہو میں اب مزار حضرت پیر نوازش علی شاہ چشتی صابری ہے۔ دراصل یہ محراب شریف نواب جعفر خاں نے بنوائی تھی۔ جو محراب کی شکل میں تھی۔ مسجد کی شکل میں نہ تھی۔ شمس العلماء سید محمد لطیف نے اپنی تالیف "ہسٹری آف لاہور" میں لکھا ہے کہ اس عمارت کا ارتفاع ۱۵ فٹ ہے۔

نواب جعفر خاں نواب صادق خاں طہرانی (جس کا مقبرہ باغبانپورہ میں ہے) کا بیٹا تھا۔ چشتی نے کتاب "مراۃ الہند" کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ جعفر خاں عہد شاہجہانی میں ہفت ہزاری منصبدار تھا۔ اس نے یہ عمارت مضبوط و سنگین تعمیر کی تھی۔ مگر عہد مہاراجہ شیر سنگھ اس کی شمالی دیوار بصدمہ شدید بارش گر گئی تھی۔ جو آج تک مرمت نہ ہو سکی۔ صمصام الدولہ شاہنواز خاں مصنف "مآثر الامراء" لکھتا ہے کہ نواب جعفر خاں کو جدۃ الملک کا خطاب حاصل تھا۔

غربی دیوار میں آیت الکرسی اور دیگر آیات قرآنی تحریر تھیں۔ کئی مؤرخین اس کو عیدگاہ کہتے تھے۔ ایسی ہی لاہور میں ایک اور محراب کوٹ خواجہ سعید میں ہے۔ غربی دیوار پر یہ آیات تحریر تھیں۔ جن کو مصنف "ہسٹری آف لاہور" نے لکھا ہے:

انما توفون اجورکم یوم القیامۃ فمن زحزح عن النار
فما متاع الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور و دخل الجنۃ
و دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا
قال یا مریم انی لک ھذا قالت ھو من
عند اللہ ۔

اب یہ نہیں ہیں۔

موجودہ صورت میں اس عمارت کی تیرہ سیڑھیاں ہیں۔ مغرب کی طرف مسجد بنا دی گئی ہے اور مشرق کی طرف قبور ہیں جن میں نواب جعفر خاں اور اس کے فرزند نواب کاظم خاں کی بھی قبور ہیں۔ ساتھ ہی مقبرہ بنا دیا گیا ہے جس میں حضرت پیر نوازش علی شاہ چشتی صابری کی قبر ہے۔ اب اس محراب کے نیچے حجرہ جات نہیں اور وسیع و عریض احاطہ بنا دیا گیا ہے جس کی چار دیواری ہے۔ جانب غرب وضو خانے اور استنجا خانے ہیں۔ بڑ کا قدیم درخت جانب مشرق ہے اور دوسرا درخت جانب غرب ہے۔

نواب جعفر خاں کی وفات ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ہوئی اس وقت نواب خلیل اللہ خاں گورنر لاہور تھا مزید تفصیل کے لیے میری تصنیف "لاہور کے اولیائے چشت" ملاحظہ کریں۔

مزار حضرت شاہ گدا قادری

حضرت سید ابو تراب شاہ گدا قادری شطاری شیراز ملک ایران کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے گجرات کاٹھیاواڑ آئے اور حضرت شیخ وجیہہ الدینؒ قادری شطاری کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ جب آپ کے پیر و مرشد وصال فرما گئے تو آپ لاہور تشریف لے آئے اور یہاں گڑھی شاہو میں مقیم ہوئے۔ آپ کا مشرب انداز قلندرانہ تھا۔ سادات کرام سے تعلق رکھتے تھے۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تو ساری عمر یہاں ہی بسر کر دی۔ لکھا ہے کہ آپ اکثر بہ وضع مجذوبیان بدن سے برہنہ رہا کرتے تھے اور اکثر اوقات حالت جذبہ میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

خود بود خدا بود علی بود گدا بود
در حضرت معبود علی بود گدا بود

آپ کی حضرت میاں میرؒ لاہوری سے بھی ملاقات تھی۔

قطعہ تاریخ وصال اس طرح ہے:

شہ گدا سید ولیٔ متقی !
بندۂ حق خاک پاک بو تراب

"سوختہ" گو سالِ ترحیلش دگر
شہ ولی سیّد گدائے بوتراب
۱۰۷۱ھ

آپ کے بے شمار مرید تھے۔ جن میں حضرت قاضی محمد افضلؒ۔ حضرت قاضی محمد لاہوریؒ۔ حضرت شیخ محمد فاضلؒ۔ حضرت بُول گدا۔ حضرت احمد گدا۔ حضرت شہباز گدا۔ حضرت شاہ جمال وغیرہ تھے۔

وصال آپ کا ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء بعہد اورنگ زیب عالمگیر ہوا۔ اس وقت صوبیدار لاہور نواب خلیل اللہ خاں تھا۔ مزار ریلوے کالونی سینڈی فورڈ روڈ بالمقابل میرٹ انسٹیٹیوٹ واقع ہے۔ قبر بے نام اور اُوپر سایہ دار درخت اور سرسبز گھاس ہے مزار کے ساتھ مسجد ہے۔ مزار بلند و بالا ہے اور وسیع و عریض جگہ واقع ہے۔ خانقاہ سے باہر جانب جنوب مسجد ہے۔ جانب شمال حجرہ جات اور جانب مشرق مکانات ہیں۔ یہ مزار زیر انتظام محکمہ اوقاف ہے۔

مزار حضرت شیخ عبدالحق مجذوب قادری

آپ حضرت میاں میر قادری فاروقی کے مرید تھے۔ مجذوبانہ طریقہ رکھتے تھے اور شہر میں پھرتے رہتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ شدید بارش اور سردی کی وجہ سے بدھو کے آوا پر پہنچے اور وہاں کے مزدوروں سے آگ طلب کی۔ انہوں نے نہ دی۔ اس حالت میں بدھو کی نسبت بھی کچھ کلمات سخت زبان پر لائے اور کہا کہ تم فرعون بے سامان بے ہوئے ہو۔ اس نے اپنے ملازموں سے کہا کہ اسکو باہر نکال دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت انہوں نے یہ بدعا دی اور فرمایا کہ تیرا یہ پژاوہ خراب ہو جائے گا۔ چنانچہ جب انہوں نے آگ لگائی، مگر اینٹیں سُرخ نہ ہو سکیں بلکہ ہزار ہا من لکڑی وغیرہ خرچ ہو گئی۔ چنانچہ بدھو نے آپ کو تلاش کرنا شروع کیا اور جب تلاش کر لیا تو ان سے معافی کا طلبگار ہوا۔ آخر آپ مہربان ہوئے اور فرمایا کہ اینٹوں کا رنگ تو سُرخ نہ ہوگا۔ مگر یہ اینٹیں پختہ اینٹوں کے بھاؤ بک جائیں گی۔ مصنف "تحقیقات چشتی" لکھتا ہے کہ انہیں ایام میں مقبرہ نواب نصرت خاں تعمیر ہو رہا تھا اور اس کے ساتھ دیگر عمارات بھی تعمیر ہو رہی تھیں۔ چنانچہ اُس نے یہ تمام اینٹیں خرید کر بنیادوں میں بھر دیں اور کافی قیمت وصول کی۔ مزید تفصیل کے لیے میرا تفصیلی مقالہ حضرت شیخ عبدالحق مجذوب قادری"

کا مطالعہ کریں۔

آپ کی وفات ۱۰۸۲ھ مطابق ۱۶۷۱ء عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ہوئی۔ مزار نہر لوئر باری دوآب کے قریب مقبرہ نواب بہادر خاں اور امرتسر ریلوے لائن سے جانب گڑھی شاہو ریلوے کی کوٹھیوں میں واقع ہے۔ بدھو بھی یہیں دفن ہے۔ اُس نے مقبرہ نہایت عالیشان بنوایا تھا۔ مگر اب وہ گر چکا ہے۔ صرف آپ کی قبر ایک اونچے چبوترے پر ریلوے کوٹھی نمبر ۵۴ میں ہے۔ مزار سے نیچے نالی بہہ رہی ہے۔ نیز محکمہ ریلوے نے اس مزار کے گرد لوہے کا جنگلہ لگا دیا ہے۔

مقبرہ عنایت اللہ کمبوہ

شیخ عنایت اللہ لاہور کے کمبوہ حضرات میں ایک نہایت دانشمند اور مؤرخ گزرے ہیں۔ ان کی شاہی دربار میں رسائی تھی انھوں نے اپنی خداداد ذہانت کی بنا پر شاہجہان کے دربار میں میر منشی کا عہدہ جلیلہ حاصل کیا تھا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک مفلوک الحال برہمن نے شیخ صاحب سے بادشاہ کے نام اپنی لڑکیوں کی شادی کے لیے امداد کرنے کے واسطے آپ سے درخواست لکھوائی۔ آپ نے درخواست کے آخر میں یہ لکھ دیا۔

جہاں پناہ! ایں عاجز بیار دو عاجزہ عاج[...]
چوں عاجزہ رہا نند، داتم ترا ۔ دریں عاجزی چوں نخواتم [...]

جس پر اس کی امداد ہوئی۔ آپ بہترین ادیب تھے "تریاچرتر" آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ایک اور کتاب "[...]ف الصحائف" بھی آپ کی تصنیف ہے۔ اس میں ۹۰ رقعے ایسے ہیں جو غیر منقوط ہیں۔

آپ کی وفات ۱۰۷۵ھ مطابق ۱۶۶۴ء [...] میں ہوئی اور اپنے شاگرد محمد صالح کمبوہ کے تیار کردہ مقبرہ میں دفن ہوئے۔ جو ریلوے ہیڈکوارٹر سے ملحق ایک گرجا میں ہے۔ مقبرہ میں سے قبر اکھاڑ کر اس کو عیسائیوں نے گرجا بنا لیا ہے۔ یہ اورنگ زیب کا عہد حکومت تھا اور ابراہیم خاں صوبیدار لاہور تھا۔

مزار حضرت جان محمد سہروردی

حضرت شیخ جان محمد سہروردی، حضرت میاں وڈا سہروردی کے خلفائے نامدار میں سے تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث قادری جب

لاہور تشریف لائے تو آپ سے ملاقات کی تھی۔
متبحر عالم اور علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے
یگانہ تھے۔ علم آپ نے مولانا تیمور سہروردی
سے حاصل کیا تھا۔ دور دراز سے لوگ آپ کی
خدمت میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل
کرتے تھے۔ آپ مسجد قصاباں گاف گراؤنڈ
میں درس دیا کرتے تھے۔ یہ مسجد ۱۰۶۰ھ
مطابق ۱۶۵۰ء میں تعمیر ہوئی تھی، اور آپ نے
یہاں اپنے پیر و مرشد کے حکم پر فرائض امامت
و خطابت سنبھالے۔ مزید تفصیلات کے لیے
میرا مقالہ "حضرت مولوی تاج دینؒ قادری
لاہور" مطالعہ فرمائیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری
نے اپنی تصنیف "حدیقۃ الاولیاء" میں آپ
کی کرامت تحریر کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ بزرگ
صاحب زہد و ریاضت و عبادت تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۸۲ھ مطابق ۱۶۷۲ء
میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر ہوئی۔ اب اس جگہ
کو "مسجد مولوی تاج دین قادری" کہا جاتا ہے۔
آپ کی قبر مسجد سے باہر جانب شمال قبرستان
میں واقع ہے، ساتھ ہی امرتسر ریلوے لائن ہے
آپ کی تاریخ وفات مفتی غلام سرور لاہوری
نے اس طرح لکھی ہے

شد ازیں دنیا چو در خلد بریں
پیر دین جان محمد جان جان
شیخ دین حق بگو تاریخ او
نیز فرما از زبان عرش آستاں
باز حق جان محمد قطب وقت
خوان وصال آں شمع کون و مکان

مزار سید عبدالوہاب قادری

رائے بہادر کنہیا لال مصنف "تاریخ لاہور"
لکھتا ہے کہ "آپ کا مقبرہ موضع گڑھی شاہو
کی سرزمین میں سڑک میانمیر سے جنوب کی طرف
قدیم زمانہ سے بنا ہوا ہے۔ صورت اس کی
مربع چار پہلو ہے اور ہر پہلو میں تین تین
در ہیں اور ہر ایک در کے اوپر محراب منقطع و
خوبصورت بنا ہے۔ درمیانی در کلاں اور
دونوں بغلوں کی خورد سقف کے برابر گردنہ
سقف تالیوتی۔ سقف کے اوپر مدور نہایت
خوبصورت دیواریں پختہ چونہ گچ۔ مقبرہ کے
اندر قبر پختہ مع فرش سنگ مرمر کی بنی ہے" یہ
مقبرہ سید مٹھا کے متصل تھا۔ آپ نہایت
صاحب تصرف بزرگ تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۸۴ھ مطابق ۱۶۷۳ء
ہوئی، اور اس مقبرہ میں دفن ہوئے۔ جو کہ

اورنگ زیب عالمگیر کا عہد حکومت تھا۔ قبر کا فرش مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اکھڑوا لیا اور اینٹیں کشمیری خشت فروش لے گئے۔ عہدِ انگریزی میں اس مقبرہ کی مرمت کی گئی۔ مگر اب اس کا نشان تک باقی نہیں ہے۔

مزار حضرت سید عبداللہ بھاکری قادری

حضرت سید عبداللہ قادری بن حضرت سید الوہابؒ بن حضرت سید عبدالرزاقؒ بن سید عبدالخالقؒ بھاکری کے فرزندِ رشید تھے آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل اپنے والد معظم سے کی تھی۔

وفات ۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۷۹ء بعہد اورنگ زیب عالمگیر لاہور میں ہوئی۔ اس وقت قوام الدین خان صوبیدار لاہور تھا۔ مزار اندرون چار دیواری حضرت سید جان محمد حضوری علامہ اقبال روڈ میں واقع ہے۔

مقبرہ محمد صالح کمبوہ

محمد صالح کمبوہ شیخ عنایت اللہ میر منشی کے شاگرد تھے۔ آپ بھی اپنے اُستاد کی معرفت شاہی نوکری میں داخل ہوئے۔ انہوں نے موچی دروازہ میں ایک مسجد بنام مسجد صالح کمبوہ ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۵۹ء میں تعمیر کرائی۔ کیونکہ وہاں ہی آپ کی حویلی تھی۔ یہ مسجد آج بھی موجود ہے اور باوجود ایک چھوٹی سی مسجد ہونے کے آیات قرآنی و احادیث سے مزین ہے۔

"عمل صالح" یا دشاہنامہ آپ کی تصنیف ہے۔ جس میں شاہجہان کی ولادت سے وفات تک حالات درج ہیں۔ عہد مغلیہ کی یہ تاریخ ایک بہترین ماخذ ہے۔ جس کو کوئی مؤرخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اس کی ایک اور تصنیف "بہار سخن" ہے۔ جس میں لاہور کی عمارات کا بھی تذکرہ ہے۔

مزید تفصیل کے لیے میری تصنیف "لاہور کے اولیائے سہروردیہ" ملاحظہ فرمائیں

آپ کی وفات ۱۰۸۴ھ مطابق ۱۶۷۴ء عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ہوئی اور اپنے تعمیر کردہ مقبرہ میں اپنے اُستاد شیخ عنایت اللہ کے ساتھ دفن ہوئے۔ یہ مقبرہ گنبد کمبوہاں بھی کہلاتا ہے۔ مقبرہ ہشت پہلو ہے۔ سکھوں کے عہدِ حکومت میں یہاں بارود رکھا جاتا تھا اور انگریزی عہد میں اس کو کوٹھی بنا لیا گیا اور ایک عرصہ تک سیمور صاحب کی کوٹھی کہلاتا رہا۔ جس

سے گنبد باورچی خانہ اور بگھی خانہ کے طور پر
مستعمل رہے اور پھر اس کے ساتھ دو کمرے بنا
کر اس کو گرجا بنا لیا گیا۔ آج کل مقبرہ" سینٹ
اینڈریوز چرچ کہلاتا ہے"۔

مزار قاضی محمد افضل قادری شطاری

آپ دہلی سے حضرت میاں میر قادری
فاروقی کی زیارت کے لیے لاہور حاضر ہوتے
تھے۔ جب اُن کے آستانہ عالیہ انارکلی میں حاضر
ہوئے، تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کس واسطے
آئے ہو۔ قاضی صاحب نے کہا کہ آپ کی زیارت
کے لیے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا زیارتیں کرو
قاضی صاحب نے کہا کہ سنا ہے۔ آپ کے شہر
میں حضرت شاہ گداؒ فقیر غیر شرع ہیں۔ فرمایا
تم ان کو صاحب شرع کرنے آئے ہو۔ قاضی صاحب
نے کہا کہ میں کون ہوں۔ پھر حضرت میاں میرؒ نے
فرمایا۔ کہ جب ان کی خدمت میں حاضر ہو تو
تکرار نہ کرنا۔ نیز گفتگو بے ادبیانہ کرنا جب قاضی
محمد افضل حضرت شاہ گدا کی خدمت میں حاضر
ہوئے تو دیکھا کہ آپ کا آدھا بدن زمین میں اور
آدھا اوپر ہے اور سرنگوں بطرف کعبہ شریف پڑے
ہیں۔ قاضی صاحب نے السلام علیکم کہا۔ مگر آپ نے
جواب نہ دیا۔ تیسری دفعہ وعلیکم السلام کہا۔ قاضی
صاحب وہاں بیٹھے رہے اور آپ کی کرامات
دیکھ کر آپ کے مرید ہو گئے اور اگر کبھی دہلی
جاتے تو جلدی واپس آ جاتے۔

آپ کی وفات ۱۰۹۲ھ مطابق ۱۶۸۱ء
عہد اورنگ زیب عالمگیر ہوئی۔ اس وقت
صوبیدار لاہور شہزادہ محمد اعظم تھا۔ مفتی
غلام سرور لاہوری نے آپ کا قطعہ تاریخ
وفات اس طرح تحریر کیا ہے۔

کرم کریم و شیخ مکرم شہ اہل کرم افضل محمد
وصالش قطب افضل اہل دل گو ؛ و گر پاکیزہ دم افضل محمد
۱۰۹۲ھ ۱۰۹۲ھ

مزار اقدس حضرت شاہ گداؒ کے متصل ہے
اور اس پر بھی سبز گھاس اُگی ہوئی ہے

مقبرہ حضرت سید سرور دین حضوری

آپ حضرت سید جان محمدؒ حضوری کے
فرزند ارجمند تھے۔ اپنے والد مکرم سے دینی
علوم کی تحصیل کی اور نہایت عالم فاضل بزرگ ہوئے۔
آپ کی وفات ۱۱۰۰ھ مطابق ۱۶۸۹ء
عہد اورنگ زیب عالمگیر لاہور میں ہوئی۔ اس
وقت شہزادہ محمد اعظم پسر اورنگ زیب عالمگیر کا
نامزد کردہ حاکم لاہور میں تعینات تھا۔ آپ کی

قبر مقبرہ حضرت سید جان محمد حضوری کے اندر گنبد میں ہے۔

مقبرہ حضرت نظام الدین چشتی
المعروف بہ
پیر مہکا

حضرت مولوی نور احمد چشتی مصنف "تحقیقات چشتی" آپ کو اپنے آباؤ اجداد میں سے لکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے ان بزرگان کے حالات نہایت شرح و بسط سے تحریر کئے ہیں۔ فرماتے ہیں: حضرت سید نظام الدین کے والد بزرگوار محمد عاقل سرزمین ایران کے باشندے تھے۔ جو شاہ طہماسپ والئ ایران کے فرزندان کے اتالیق تھے۔

جب حضرت سید نظام الدینؒ سرزمینِ دکن میں وارد ہوئے تو آپ نے حضرت شاہ نظام الدینؒ اورنگ آبادی خلیفہ ارجمند حضرت شاہ کلیم اللہؒ جہاں آبادی کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر شرف بیعت حاصل کر کے خلافت حاصل کی۔ چنانچہ آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو "خواجۂ لاہور" کے خطاب سے نواز کر لاہور روانہ کر دیا۔ یہاں تشریف لا کر آپ نے خیر گڑھ دگڑھی شاہو میں اقامت گزینی اختیار فرمائی اور باغ۔ حویلی اور دیگر مکانات تعمیر کرائے۔ نیز خانقاہ اور مدرسہ بھی جاری کیا۔ جہاں تشنگان علوم و فنون دین کو دینی علوم سے شناسا کیا جاتا تھا۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ آپ کے درس کی دور دراز مقامات تک شہرت تھی۔ حضرت سید جان محمد حضوری اور حضرت شاہ ابوالخیرؒ بغدادی سے آپ کے مخلصانہ مراسم تھے۔ کئی مغل شہزادوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ لکھا ہے کہ محمد شاہ بھی آپ کے شاگرد تھے آپ ایک عرصہ مدرسہ خیر گڑھ میں درس بھی دیتے رہے۔

آپ کو پیر مہکا کے نام سے آج تک یاد کیا جاتا ہے جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جس شخص کے مہکے نکلیں وہ مقبرہ پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اس بزرگ کے صدقے میرے مہکے معدوم ہو جائیں۔ چنانچہ آپ کا یہ فیض آج تک جاری ہے۔

آپ کی وفات ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ہوئی۔ اس وقت شہزادہ محمد معظم کے کارندے لاہور پر حکمران تھے مقبرہ علامہ اقبال روڈ بالمقابل آبادی محمد نگر ریلوے کی کوٹھیوں ۱۵۶B اور ۱۵۷A کے

درمیان گلی میں واقع ہے۔ گنبد کا رنگ سبز کر دیا گیا ہے۔ آپ کی اور آپ کے دو فرزندوں کی قبریں نیچے تہہ خانہ میں ہیں مقبرہ نہایت شاندار تعمیر کردہ ہے۔ مگر مرمت طلب ہے۔ فرزندان کے نام محبوب حسین اور امام الدین تھے۔ عہد سکھاں میں اس مقبرہ کا تمام قیمتی پتھر اُتار لیا گیا اور باغ اور حویلیاں ویران کر دی گئیں۔ یہاں تک کہ عہد انگریز میں تالاب کوٹھیاں تعمیر ہو گئیں۔

مقبرہ سے باہر آپ کی خادمہ مائی معصومہ اور تہہ خانہ میں ایک قبر آپ کی کنیز قدم تیر کی ہے۔ ۱۹۷۰ء میں اہالیان محمد نگر نے اس کی کچھ مرمت کرا دی تھی اور سفیدی بھی۔

○ ○ ○ ○

مزار سید عبد الوہاب قادری

آپ حضرت سرور دین حضوری قادری کے فرزند تھے۔ اپنے والد سے تحصیل علم کی اور بڑے نیک نام درویش ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۲ شوال ۱۱۳۱ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۷۱۹ء میں ہوئی اور قبرستان سید جان محمد حضوری علامہ اقبال روڈ میں دفن ہوئے۔ ان ایام میں بادشاہ دہلی فرخ سیر تھا اور ناظم لاہور نواب عبد الصمد خاں دلیر جنگ تھا۔

مزار حضرت سید ابو الخیر بغدادی

حضرت شاہ ابو الخیرؒ بغداد سے سرزمین لاہور میں وارد ہوئے اور پھر یہاں مستقلاً قیام فرمایا۔ اور گڑھی شاہو میں اقامت گزینی اختیار کی، تو اس وقت اس آبادی کو ٹھٹھی ابو الخیر اور گڑھی ابو الخیر کہا جانے لگا۔ یہاں آپ نے نہایت عالیشان دار العلوم قائم کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ نیز مسجد بھی بنوائی۔ یہ دار العلوم لاہور میں ایک منفرد حیثیت رکھتا تھا۔ اب آپ کی عمارات میں سے صرف صدر دروازہ دار العلوم مسجد ابو الخیر اور مزار ابو الخیر باقی ہیں۔ باقی سب نیست و نابود کر دیئے گئے اور ان کی جگہ مکانات تعمیر ہو گئے۔ الغرض یہ دار العلوم ایک مکمل یونیورسٹی کی شکل میں تھا جس میں مسجد۔ حجرہ جات۔ دیوان خانے وغیرہ تھے اس درس گاہ کے چاروں اطراف میں چار عظیم الشان مینار تھے جن میں سے ایک کا نشان اب بھی علامہ اقبال روڈ پر خستہ حالت میں موجود ہے۔ مسجد ابو الخیرؒ شیخاں سٹریٹ نمبر ۱ سے ملحق واقع ہے۔

حضرت شاہ ابو الخیر ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء عہد جہانگیر میں لاہور تشریف لائے۔ مصنف تحقیقات چشتیؒ نے فرمانات میر نعمت اللہ مومن خانی

کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہاں ایک سنگھار دل باغ تھا جو قلعہ کی مانند تھا۔ آپ نے اس کو خیر گڑھ بنایا اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ مفتی غلام سرور خزینۃ الاصفیاء میں لکھتے ہیں کہ آپ نے کافی طویل عمر پائی اور قریباً ایک صدی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ حضرت سید جان محمد حضوری آپ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔

سکھ حاکمان لاہور کے زمانے میں یہ خانقاہ بالکل تباہ و برباد کر دی گئی آپ کے بعد اس مدرسہ کے پرنسپل محمد نعیم ہوئے جن کی قبر بھی آپ کے احاطہ میں ہے۔

آپ کا وصال ۱۱۳۶ھ مطابق ۱۷۱۹ء عہد محمد شاہ رنگیلا میں ہوا۔ اس وقت نواب عبدالصمد خان دلیر جنگ ناظم لاہور تھا اور مزار اقدس خانقاہ کے ایک کونہ میں بنا موجودہ صورت میں محلی سٹریٹ میں واقع ہے۔ کتبہ بھی لگا ہے۔ احاطہ میں آپ کی چار دیواری سے نیچے نو قبور ہیں اور یہ چوکھنڈی بالکل مکانات میں گھری ہوئی ہے۔ ہر کس و ناقص وہاں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ مکانات کے دروازے احاطہ مقبرہ میں کھلتے ہیں۔

مزار حضرت سید عبداللہ بھاگری قادری

آپ سید عبدالقادر بن سید عبدالوہاب قادری بن سید عبدالرزاق قادری بن سید عبدالخالق رح قادری کے فرزند تھے۔ تعلیم و تربیت آپ نے اپنے والد مکرم سے حاصل کی۔ نہایت صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔

آپ کی وفات ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء عہد محمد شاہ رنگیلا لاہور میں ہوئی اس وقت نواب عبدالصمد خان دلیر جنگ ناظم لاہور تھا۔ مزار حضرت سید جان محمد حضوری رح کے احاطہ چار دیواری میں ہے۔ چونکہ اس جگہ کی تمام قبور و تختیاں نہیں ہیں۔ اس لئے ان کے نشانات کو ڈھونڈنا مشکل ہے۔

مزار حضرت فتح شاہ سرمست رح قادری شطاری

حضرت فتح شاہ قادری شطاری المعروف بہ حضرت فتا شاہ سرمست مجذوب حضرت شاہ لطیف رح برہان پوری کے خلیفہ تھے۔ جن کا سلسلہ طریقت حضرت سید محمد غوث گوالیاری سے جا ملتا ہے۔

صاحب "خزینۃ الاصفیاء" نے آپ کے تفصیلاً حالات دیئے ہیں۔

آپ اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق لاہور تشریف لائے اور یہاں تلقین و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا اور گڑھی شاہو کے علاقہ جنت گڑھ میں رہائش اختیار کی۔ ایک روایت کے مطابق

آپ کی خانقاہ کا صدر دروازہ لوکو ورکشاپ کے متصل تھا۔ مگر اب نہ تو آپ کی خانقاہ کا وجود ریلوے نے رہنے دیا اور نہ ہی آپ کی قبر وہاں رہی اور توسیع و تعمیر ورکشاپ میں ہر چیز منہدم کر دی گئی۔ آپ کی خانقاہ میں یہ قبور تھیں (۱) حضرت فتح شاہ سرمست قادری شطاری (۲) حضرت عبداللہ قادری امام (۳) بہادر شاہ (۴) چراغ شاہ (۵) جمال شاہ امام مسجد کبوتر شاہ چونے منڈی بازار لاہور۔ مگر اب کچھ باقی نہیں ہے آپ اکثر دریائے راوی کے کنارے بیلے میں گشت کیا کرتے تھے۔ مزید براں تمام شہر میں دن رات پھرا کرتے تھے آپ کی وفات ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۳۷ء عہدِ محمد شاہ رنگیلا میں ہوئی۔ اس وقت ناظم لاہور نواب عبدالصمد خان تھا جب آپ کی خانقاہ منہدم کی گئی تو اہالیان گڑھی شاہو نے ان کی لاش وہاں سے لا کر درگاہ حضرت جان محمد حضوری کے احاطہ میں دفن کر دی۔ جس کا بھی اب نشان تقریباً معدوم ہے۔

مزار حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی

آپ میاں نور محمد لدھیانوی کے فرزندِ ارجمند تھے۔ عہدِ اورنگ زیب میں پیدا ہوئے مرید و خلیفہ قاضی عبدالرحمن لاہوری کے تھے۔ جو حضرت پاک رحمن قادری نوشاہی بھڑی والا کے خلیفہ تھے۔ ۱۶۸۶ء میں لاہور آکر تبلیغ وارشاد میں مصروف ہوئے۔ مشرب قلندرانہ تھا۔

وفات ۱۱۵۵ھ مطابق ۱۷۴۲ء، عہدِ محمد شاہ رنگیلا میں ہوئی۔ اس وقت ناظمِ لاہور خان بہادر نواب زکریا خاں تھا۔ مزارِ اقدس ایک چار فٹ اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ جس میں چار قبور ہیں۔ مزار گلی میں عقب علامہ شیخ محمد اقبال کی کوٹھی واقع ہے جس چوکھنڈی میں آپ دفن ہیں وہاں چار قبریں ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے:

۱۔ مزار حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی ۲۔ مزار حضرت عبدالرحمن قادری ۳۔ مزار میاں نور محمد والدِ ماجد حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی (۴) مزار حضرت عادل شاہ برادر خورد حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی۔

اس کے علاوہ باہر احاطہ میں تین قبریں ہیں ایک اور احاطہ میں تین قبور ہیں۔ کمرہ جات اور ہینڈ پمپ بھی ہے۔ گلی میں لوہے کا گیٹ بھی لگایا گیا ہے۔ برگد کا قدیم درخت احاطہ میں ہے۔ موجودہ سجادہ نشین حاجی محمد اسلم ہیں۔ جو وہاں ہی

رہائش پذیر ہیں۔

حضرت سید اسمٰعیل شاہ بھاکری قادری

آپ سید غلام شاہ کے فرزند تھے۔ جو سکھوں کے جور و ستم سے تنگ آکر گجرات چلے گئے اور پھر واپس لاہور نہ آئے۔ آپ کی وفات ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۱۵ء، عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں ہوئی۔ اور قبرستان حضرت جان محمد حضوری میں دفن ہوئے۔

مزار حضرت محمد سلطان المشہور بہ مرگ نینی

یہ خانقاہ گڑھی شاہو کے اونچے پل سے باغبانپورہ کی طرف جائیں تو بائیں ہاتھ آتی ہے یہاں ریلوے کی کوٹھیاں ہیں۔

آپ کا اسم گرامی محمد سلطان المعروف بہ مرگ نینی تھا۔ مرگ نینی کا خطاب آپ کو آپکے پیرو مرشد شیخ سعدی شاہ قادری نے عطا کیا تھا۔ کیونکہ آپ کی آنکھیں مرگ (ہرن) کی مانند تھیں۔ آپ مجذوبوں میں سالک اور سالکوں میں مجذوب صاحب جذب و سکر و عشق و محبت تھے۔

موجودہ قبورات ہیں اس احاطہ میں، بہت سے مکانات تعمیر ہو چکے ہیں۔ قبرستان کو ختم کیا جا رہا ہے۔

آپ کی وفات ۹ شوال المکرم ۱۱۵۸ ہجری المقدس مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۷۴۵ء عہد محمد شاہ رنگیلا ہوئی۔ اس وقت نواب یحیٰی خاں ناظم لاہور تھا۔ مزار اقدس ایک سایہ دار درخت کے نیچے ایک وسیع و عریض احاطہ میں ہے نواب شاہ نواز خاں ناظم لاہور نے آپ کا مزار تعمیر کرایا احاطہ میں مسجد بھی ہے نیز آپ کے مزار کے علاوہ یہاں لکھی شاہ حضوری شاہ عہد اکبر۔ رانجھے شاہ۔ والدہ مرگ نینی۔ کمال شاہ اور خدا بخش کی بھی قبور ہیں۔ خانقاہ جیکب روڈ نزد ٹیوب ویل ہے

مزار حضرت عادل شاہ قادری نوشاہی

آپ کا مزار اپنے بھائی حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی نزد جاوید منزل علامہ اقبال روڈ احاطہ چار دیواری میں ہے۔ پیدائش ۱۰۸۹ھ مطابق ۱۶۷۸ء لدھیانہ میں ہوئی۔ آٹھ برس کی عمر میں اپنے والد ماجد میاں نور محمد اور برادر بزرگ حضرت شیخ فاضل شاہ کے ہمراہ لاہور آئے۔

وفات ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء کے لگ بھگ لاہور میں ہوئی اور اپنے برادر

بزرگ کی چاردیواری میں ایک اونچے چبوترے پر مدفون ہیں۔ یہ خانقاہ عقب جاوید منزل، گلی میں واقع ہے۔

مزار حضرت چاندی شاہ قادری چشتی

حضرت چاندی شاہ کا مزار ایک معمولی چوکھنڈی میں ایک قدیم برگد کے درخت کے نیچے واقع ہے مزار مسقف ہے اور لوہے کا جنگلہ بھی ہے۔ باہر لوہے کا گیٹ ہے۔ سنگ مرمر کی تختی پر تحریر ہے۔

یا اللہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا محمد
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

مزار پر نگل روڈ کے آخر میں واقع ہے۔ اور تاریخ وصال ۱۱۷۷ھ مطابق ۱۷۶۳ء عہد جلال الدین شاہ عالم تحریر ہے۔

مزار حضرت سید غلام محی الدین قادری

حضرت سید غلام محی الدین قادری حضرت سید جان محمد حضوری کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ پیر روشن ضمیر تھے۔

وفات ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں ہوئی۔ مزار اندرون احاطہ حضرت جان محمد حضوری علامہ اقبال روڈ میں ہے۔

مزار حضرت جمال شاہ قادری

آپ بھی حضرت جان محمد حضوری کی اولاد سے تھے۔ صاحب کمال بزرگ تھے۔ پیری مریدی کرتے تھے۔ اور بے شمار آپ کے مرید تھے۔

وفات ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء عہد مہاراجہ رنجیت سنگھ میں ہوئی۔ مزار اندرون چاردیواری حضرت سید جان محمد حضوری، علامہ اقبال روڈ پر واقع ہے۔

مقبرہ حضرت بھاگے شاہ قادری نوشاہی

مولوی نور احمد چشتی اپنی تالیف "تحقیقات چشتی" میں لکھتا ہے کہ بھاگے شاہ نمانے شاہ نوشاہی قادری کا مرید تھا۔ جہاں اب موجودہ مزار ہے۔ وہاں عہد سکھاں میں تکیہ کیا بیاں تھا۔ حضرت پاک رحمان بھڑی والے جب لاہور آئے تھے تو یہاں بھی آئے۔ حضرت سید شریف احمد شرافت نوشاہی نے اپنی تالیف "شریف التواریخ" میں آپ کے حالات شرح

وبرط سے دیئے ہیں۔

وفات آپ کی ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء عہدِ مہاراجہ رنجیت سنگھ میں ہوئی۔ اور اسی جگہ دفن ہوئے موجودہ صورت میں یہ مقبرہ حبیب اللہ روڈ پر واقع ہے۔ ساتھ ہی قبرستان اور اراضی بھی۔ مقبرہ ایک اونچے پختہ چبوترے پر واقع ہے۔ چاروں اطراف میں برجیاں ہیں اور درمیان میں گنبد۔ ساتھ ہی ایک مسجد بنانے کی سکیم ہے۔ زیرِ انتظام محکمۂ اوقاف ہے۔

حضرت سید سردار شاہ قادری

آپ حضرت سید احمد شاہ کے فرزند تھے۔ اور درگاہ حضرت سید جان محمد حضوری کے سجادہ نشین تھے۔ بہت ملنسار اور نیک بزرگ تھے

وفات ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء ہوئی

اور خانقاہ حضرت سید جان محمد حضوری علامہ اقبال روڈ میں دفن ہوئے

حضرت گوندی پیر

یہ مزار ایک وسیع و عریض چار دیواری کے اندر ایک خام ٹیلہ پر واقع ہے جہاں بہت ہریالی ہے۔ مزار خام ہے۔ باہر لوہے کا گیٹ ہے۔ یہ مزار فضل سٹریٹ نیو گڑھی شاہو۔ آبادی گوندی پیر میں واقع ہے۔ باہر ایک بورڈ پر تحریر ہے۔

"دربار عالیہ پیر طریقت مجاہد ملت رہبر شریعت اعلیٰحضرت حضرت پیر بابا عمر شاہ المعروف بابا گوندی پیر۔ تاریخ پیدائش جون ۱۸۰۸ء تاریخ وفات ۲ جون ۱۹۲۶ء اس زمانہ میں لاہور میں گورنر سر جیفری ڈی مونٹ مارنسی تھا۔

یہاں پر عبدالرحمٰن نمبردار کی خاندانی قبور ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ ان کی ملکیت ہے اور انہوں نے ہی صرف کثیر سے اس کی چاردیواری کرائی ہے۔ اور وہی اس کے شکست و ریخت کے ذمہ دار ہیں۔ مزار ٹیلے پر ایک چھوٹی سی مسقف چار دیواری میں واقع ہے۔

مقبرہ حضرت مولینا تاج الدین قادری

حضرت مولینا تاج الدین قادری اس زمانہ میں لاہور کے نامور بزرگانِ دین میں شمار ہوتے تھے۔ ولادت میانوال راجیال

ضلع گجرات میں ہوئی۔ والد ماجد شیخ محمد عیسیٰ سوداگر چرم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے ہی حاصل کی۔ پھر لاہور تشریف لے آئے اور مولانا شہاب الدین کے درس واقع مسجد پٹولیاں میں شامل ہوئے۔ حضرت مولانا غلام قادر بھیروی۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ اور حضرت پیر مہر علی شاہ آپ کے ہمدرس تھے۔ چند دن مسجد یکی دروازہ میں مقیم رہے۔ اور پھر مانکی شریف چلے گئے۔ جہاں آپ نے ان کی بیعت کی۔ اور چنداں قیام کے بعد لاہور واپس آ گئے۔ آپ نے لاہور کی کئی ایک ویران مساجد کو آباد کیا۔ بالآخر مسجد قصاب خانہ کہنہ گاف گراؤنڈ گڑھی شاہو کو آباد کیا۔ جو کہ ویران پڑی تھی۔ آپ نے ریلوے لائن امرتسر اور گاف گراؤنڈ کے درمیان فصلیں بونا شروع کیں۔ جو درویشوں کے کھانے کے کام آتی تھی۔ محکمہ ریلوے سے بھی آپ کا جھگڑا ہوا۔ آپ نہایت عالم فاضل تھے۔ اور درس و تدریس کے علاوہ خطابت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

دفات آپ کی ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء بروز چہار شنبہ ہوئی۔ اور مسجد میں ہی جانب شمال دفن ہوئے۔ اس سلسلہ میں میرا مقالہ "حضرت مولانا تاج الدین قادری لاہوری" قابل مطالعہ ہے۔ جس میں آپ کے مفصل حالات قلمبند کئے۔

مزار حضرت احمد شاہ قادری

آپ سید محمود شاہ المتوفی ۱۲۷۱ھ ہجری مطابق ۱۸۵۵ء ابن سید غلام محی الدین رح قادری کے فرزند تھے۔ اور درگاہ حضرت سید جان محمد حضوری کے سجادہ نشین اور متولی تھے۔ نہایت پرہیزگار بزرگ تھے اور علمائے کرام اور صوفیائے عظام سے کثرت سے مراسم رکھتے۔ تمام عمر اس خانقاہ کی خدمت میں گزاری۔ آپ کے مولوی نور احمد چشتی مصنف "تحقیقات چشتی" اور مفتی غلام سرور لاہوری مصنف "حدیقۃ الاولیاء"، "خزینۃ الاولیاء"، "تاریخ مخزن پنجاب" سے بھی تعلقات تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری کے ایک صاحبزادے مفتی غلام اصغر کی قبر یہاں ہے۔ جب میرے عزیز دوست مفتی محمود عالم ہاشمی وفات پا گئے۔ تو ان کو بھی اس خانقاہ میں دفن کیا گیا۔

وفات آپ کی ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی اور قبرستان حضرت سید جان محمد رح حضوری کے مقبرہ سے جانب شمال ہے۔

مقبرہ حضرت نوازش علی شاہ چشتی صابریؒ

آپ کی ولادت ۱۸۹۵ء میں موضع نوشہرہ ڈھالا ضلع امرتسر میں ہوئی۔ والد ماجد سید غلام مرتضیٰ تھے اور جدِ امجد کا اسمِ گرامی پیر حیدر شاہ تھا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے مولوی محمد علی پڈھانوی سے حاصل کی۔ جو ایک عالم فاضل بزرگ تھے۔ اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں صاحبِ نسبت تھے۔ تحصیل علم کے بعد آپ مجاہدات و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور کئی سال مجاہدات و ریاضت ہی میں گزارے۔ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ میں بیعت آپ نے حضرت خواجہ محمد عارف حسن رامپوری سے کی۔ ۱۹۱۶ء میں لاہور تشریف لائے اور گڑھی شاہو میں اقامت گزینی اختیار کی۔ اس وقت گڑھی شاہو میں محرابِ شریف جس میں نواب جعفر خاں اور نواب کاظم کے مزارات تھے، بے آباد تھی۔ آپ نے اس کو آباد کیا۔ اور مغربی دیوار کے ساتھ ایک مسجد بنا دی۔ اور تلقین و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں آئے۔ گڑھی شاہو کے معماروں کا ایک خاندان آپ کا مکمل مرید ہو گیا۔ اور وہ آپ کی بہت خدمت کرنے لگے۔ ہر قسم کی تعمیر و مرمت کا کام وہی کرتے تھے۔

محرابِ شریف پر تیرہ سیڑھیاں چڑھ کر بائیں جانب مسجد اور دائیں جانب مزار پیر نوازش علی شاہؒ ہے۔ سید آرام محمود جو یہاں دفن بتائے جاتے ہیں۔ اور ان کا مقبرہ ہے۔ اُن کا نام آج تک تاریخ لاہور میں کہیں درج نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کوئی حالات ہیں۔

آپ کی وفات ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ اور اسی مسجد کے مشرقی جانب آپ کو دفن کیا گیا۔ یہ مزار نواب سٹریٹ نمبر ۳ میں بالمقابل ریلوے اسٹیڈیم مغلپورہ روڈ کے پاس ہے۔ اب اس کا احاطہ نہایت وسیع کر دیا گیا ہے۔ اور چار دیواری بنا دی گئی ہے۔ برگد کا قدیم درخت جانب مشرق ہے۔ وضو خانے اور استنجا خانے جانب جنوب مغرب ہیں۔ اب احاطہ بہت وسیع و عریض ہو گیا ہے۔

حضرت الحاج محمد وارث شاہؒ

مولینا محمد وارث ولد مولوی غلام مصطفےٰ، پڑی درویزہ تحصیل و ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ چشتیہ میں بیعت سید احمد شاہ چشتی چھپڑ شریف تحصیل و ضلع جہلم سے کی۔ لاہور آ کر

جامع مسجد بوہڑ والی مین بازار گڑھی شاہو میں تراویح پڑھانے کے لئے بلائے گئے اور پھر یہاں کے ہی ہو کے رہ گئے۔ ساٹھ برس تک مسجد کی امامت و خطابت کے فرائض سر انجام دیئے۔ تمام عمر ۱۹۵۴ء تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ مزار جامع مسجد مین بازار گڑھی شاہو میں واقع ہے۔ آپ اس مسجد کے خطیب تھے۔ لوحِ مزار اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون

مزارِ پر انوار حضرتِ مولینا الحاج وارث شاہ رح

تاریخِ وفات ۲۰ جمادی الآخر ۱۳۷۳ھ ہجری مطابق

۵ فروری ۱۹۵۴ء بروز جمعرات

تاریخِ وصال

امام و اُستادِ نکتہ دانے
بکارِ دین ہمت زجہانے
محبانِ عالمانِ نیک طینت
بہ زُہد و طاعت حق یک نشانے
تلامیذش بہ درسِ پاک قرآن
ہزاروں بودہ اندر اندر زمانے
شمارِ او بہ جمع اولیاء بود
ز حزن و [illegible] بودش زمانے
چو جسمش دفن شُد نزدیکِ مسجد
بتعلیس شُدش روح و روانے
چہ خوش تاریخ خوش گفت نامی
"محمد وارث جنت مکانے"

حضرتِ مولینا محمد وارثؒ کے بہت سے علماء و فضلاء سے تعلقات تھے۔ آپ کے بعد آپ کا صاحبزادہ مولوی محمد عبداللہ خطیب و امام بنا۔ انہوں نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت حضرتِ فیض اللہ شاہ ولدِ مہتاب شاہ ولدِ سید احمد شاہ چھپر شریف سے کی۔ آپ بھی درس و تدریس میں مشغول رہے۔ بعمر سر سٹھ برس ۱۹۶۳ء میں وفات پاکر قبرستان مسافر خانہ میں دفن ہوئے۔ مولوی فضلِ کریم موجودہ امام و خطیب حضرت مولینا محمد وارثؒ کے شاگردِ رشید ہیں۔ حضرت پیر غلام دستگیر نامی نے آپ کا قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے۔

مزار حضرت میاں شہاب الدین قادری

حضرت میاں شہاب الدینؒ قادری بن حضرت میاں رحمت اللہؒ قادری بن حضرت

قاضی محمد عمر بخش قادری ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۹ء دیسل پور ضلع گورداسپور (بھارت) میں تولد ہوئے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں اپنے والدِ معظم سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے مراسم حضرت پیر سراج الحق خلیفہ حضرتِ صوفی محمد حسینؒ مراد آبادی۔ حضرت سید نذر محی الدینؒ قادری حضرت مولینا محمد علی قادری چشتی وغیرہ بزرگان سے تھے۔ اور ان بزرگان کی صحبت سے مستفید و مستفیض ہوا کرتے تھے۔ کوٹ میاں صاحب کے سجادہ نشین حضرتِ میاں الٰہی بخش اور حضرت شہاب الدینؒ سے بھی خصوصی تعلقات تھے۔ آپ نے ساری زندگی نیکی کے لئے وقف کر دی۔ آپ نے تحریک پاکستان میں بھی حصہ لیا۔ زندگی بھر سادگی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ مزید حالات کے لئے "اکابر تحریک پاکستان" مصنفہ محمد صادق قصوری اور "مدینۃ اولیاء" مصنفہ راقم الحروف ملاحظہ کریں۔ نیز "شریف التواریخ" مصنفہ حضرت سید شریف احمد نوشاہی قادری بھی دیکھئے۔ شجرہ نسب حضرت قاضی شمس الدینؒ ہراتی سے ہوتا ہوا حضرت ارقم مخزومی تک پہنچتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد آپ اپنے آبائی گاؤں سے لاہور آ گئے۔ اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔

آپ کی وفات ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء گڑھی شاہو لاہور میں ہوئی۔ اور یہیں قبرستان محلہ فیروز گنج میں دفن ہوئے۔ اللہ کریم آپکو لاکھوں نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز فرمائے۔

آمین

مقبرہ حضرت مولانا غلام دینؒ

حضرتِ مولانا غلام دینؒ بمقام چکوڑہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کنجاہ ہائی سکول سے حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لئے لاہور چلے آئے۔ دار العلوم حزب الاحناف میں داخلہ لے لیا۔ اور ۱۹۲۹ء میں سندِ فضیلت حاصل کر لی۔ آپ حافظ مظہر الدینؒ اور ابوالنور مولوی محمد بشیر کوٹلی لوہاراں کے ہم درس تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد مسجدِ لال کھوہ اندرون موچی دروازہ میں خطیب مقرر ہوئے۔ پھر انجن شیڈ گڑھی شاہو آ گئے یہاں آپ نے ایک مسجد بنانے کی ابتدا کی اور وہ مسجد جو پہلے ایک جھگی کی شکل میں تھی۔ آج ایک انتہائی عظیم الشان اور پُر وقار مسجد

دکھائی دیتی ہے۔ جو کہ آپکی ذاتی توجہ اور خلوص کا نتیجہ ہے۔ مسجد کے صدر دروازے پر یہ کتبہ تحریر ہے۔

"جامعہ مسجد حنفیہ صدیقیہ انجن شیڈ لاہور۔ بانی تعمیر الحاج ایس محمد دین اینڈ سنز مالک نیشنل فین شاہدرہ لاہور۔ موسس و متولی خطیب پاکستان حضرت مولانا غلام الدین صاحب اشرفی قادری۔ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۴ء"۔

آپ کی وفات ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز پیر بوقت نماز ظہر ہوئی۔ اور اس عظیم الشان مسجد کے جنوب مشرقی کونے میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مزار پر ایک خوب صورت مقبرہ تعمیر ہو چکا ہے۔ سنگ مرمر کا فرش۔ چبوترہ اور تعویذ قبر بن چکا ہے۔

مزار سید بہادر شاہ قادری

ولادت باسعادت لاہور میں ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں سید سردار شاہ کے گھر ہوئی۔ والد کے انتقال پر آپ ان کے گدی نشین ہوئے۔ ...... چونکہ آپ کے آبا و اجداد میں سے حضرت سید محمود حضوری رح اور حضرت سید جان محمد حضوری رح کے مقابر نہایت خستہ حالت میں ہو گئے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی مرمت پر خصوصی توجہ کی۔ آپ نے اپنی زندگی میں مسجد میں درس کا بھی اہتمام کیا تھا۔

وفات ۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ مطابق ۵ فروری ۱۹۷۵ء کو درگاہ حضرت سید جان محمد حضوری رح میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

مزار حضرت صوفی محمد دین چشتی صابری

عنفوان شباب میں آپ نے سلسلہ فریدیہ کے معروف روحانی پیشوا حضرت پیر سید اختیار علی شاہ رح چشتی صابری کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ نے کئی سال حضرت سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ آپ نے بیشتر چشتی بزرگان کے مزارات مقدسہ پر بھی حاضری دی۔ آپ نے چھتیس برس تک اپنی قیام گاہ کے ایک کمرے میں عبادت و ریاضت کی تھی۔ اور ہر برس جہاں خواجگان چشت کا عرس مناتے رہے۔ نیز ہر ماہ اور ہر جمعہ باقاعدگی کے ساتھ ختم شریف ہوتا تھا اور آپ نے اپنے آپ کو حضرت صابر کلیری رح کے رنگ میں رنگ

لیا تھا اور عوام الناس میں "صابری صاحب" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔

آپ کی وفات ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک گڑھی شاہو لاہور میں ہوئی اور اپنے ہی مکان صابری منزل سرمد سٹریٹ گڑھی شاہو میں دفن کئے گئے۔ صابری منزل میں داخل ہوتے وقت بائیں جانب کمرے میں آپ کا مزار ہے۔

دیگر مزارات و مقابر

بزرگان جن کی تاریخ وصال نہیں مل سکی

●

مقبرہ حضرت علیؒ رنگریز

مفتی غلام سرور لاہوری "حدیقۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں کہ آپ دو بھائی تھے۔ ایک کا نام شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کا نام شیخ ولی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ عہد مغلیہ میں سرزمین عرب سے لاہور بغرض اشاعت اسلام تشریف لائے۔ اور رنگریزوں کا کام کرنے لگے۔

آپ کی وجہ سے بیشتر رنگریز آپ کے حلقہ ارادت میں آ گئے۔ اور آج تک یہی حضرات آپ کا عرس مناتے ہیں۔

موجودہ صورت میں آپ کا مقبرہ ریلوے ہیڈ کوارٹرز آفس اور کیرن ہسپتال کے درمیان ایک بلند و بالا چبوترے پہ واقع ہے۔ کمرہ میں دو قبور ایک حضرت شیخ علیؒ رنگریز اور دوسری حضرت شیخ ولیؒ رنگریز کی ہیں۔

تیسرا مزار شیخ باہو کا ہے درمیان میں آپ کی قبر بلند ہے۔ یہ احاطہ تقریباً دس بارہ فٹ ارتفاع میں ہے۔ باہر چبوترہ کافی وسیع ہے۔ ون اور گوندی کے درخت بھی ہیں۔ مقبرہ سے باہر بھی چند قبور ہیں احاطہ چالیس قدم طول اور بائیس قدم عرض میں ہے عمارت قدیم معلوم دیتی ہے۔ موجودہ عمارت ۱۲۹۱ھ مطابق سنہ ۱۸۷۴ء میں تعمیر ہوئی تھی۔

مزار حضرت الف شاہؒ

آپ کا مزار قبرستان زرگراں آفتاب سٹریٹ علامہ اقبال روڈ لاہور میں واقع ہے مصنف "تحقیقات چشتی" لکھتا ہے کہ آپ حضرت بی بی پاکدامناںؒ کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور اس زمانہ میں کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ دوران جنگ آپ کا جسم بے سر لڑتا ہوا یہاں

آیا تو ایک عورت نے دیکھ لیا اور آپ وہیں سرد ہو گئے۔ یہ قبرستان بڑا وسیع و عریض ہے۔ صدر دروازہ سے داخل ہوتے ہی آپ کا مزار ہے۔ ساتھ ہی کنواں اور حجرہ جات ہیں۔ جنازہ گاہ بھی نئی تعمیر ہو چکی ہے۔ کافی درخت موجود ہیں جن کی وجہ سے یہ جگہ سایہ دار اور کشادہ ہے مزار ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ حضرت بی بی پاک دامناں، حضرت سید احمد توختہ ترمذی کی اولاد تھیں۔ جو لاہور میں ۶۰۲ھ مطابق ۱۲۰۶ء میں وفات پا گئے۔ اور ان کی قبر اندرون موچی دروازہ محلہ چہل بیبیاں میں بنی۔ جو کہ زیر نگرانی پیر غلام دستگیر نامی رہی۔ لکھا ہے کہ آپ قریباً ۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۵ء لاہور تشریف لائے تھے۔

مزار حضرت رحمت اللہ شاہ قریشی

آپ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی کی اولاد امجاد میں سے تھے جب لاہور تشریف لائے تو ساری عمر یہاں ہی درس و تدریس اور اشاعت اسلام میں صرف کر دی بے شمار لوگ آپ کی توجہ سے راہ ہدایت اختیار کر گئے۔ مفتی غلام سرور لاہوری اپنی تالیف "حدیقۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ ملتان سے لاہور تشریف لائے تھے۔ آپ اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت کے ولی کامل تھے۔ اس کو "فرشتیاں والی درگاہ" بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب آپ کا مقبرہ بننا شروع ہوا۔ تو ان ایام میں بادشاہی مسجد بھی تعمیر ہو رہی تھی۔ چونکہ اس وقت معمار و مزدور نہیں ملتے تھے۔ اس لئے یہ لوگ دن کو شاہی کام کرتے۔ اور رات کو آپ کے کام میں مشغول رہتے۔ سکھوں کے عہد میں فرانسیسی جرنیل کورٹ نے جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کا فوجی افسر تھا۔ نے مقبرہ گرا کر اس کی اینٹیں اپنی چھاؤنی میں لگوالیں۔ اور اس جگہ کو ویران کر دیا۔

آپکا مزار ریلوے ہیڈ کوارٹرز اور محمد نگر کے درمیان واقع ہے۔ آپ کی قبر ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ اور دیگر قبرستان ہے۔ قبرستان کے ساتھ ایک عالی شان مسجد بھی تعمیر ہو چکی ہے۔

مزار سید عبدالخالق چشتی

یہ مزار ریلوے ڈی ایس آفس کے صدر دروازے کے قریب لب سڑک واقع ہے چھوٹا سا احاطہ ہے، مسجد بھی ہے۔ جس کا راستہ ڈی ایس آفس میں بھی کھلتا ہے۔ مزار نزدیک

ہی مسقّف حالت میں ہے۔ سایہ دار درخت ہیں۔ مزار کے ساتھ قدیم درخت ہے۔ نیز مزار کو راستہ بڑی سڑک سے جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۸۵ء میں سالانہ عرس ۲۱/۲۲ اگست کو ہوا۔

مزار حضرت بہاری شاہ

آپ کا مزار میو گارڈنز (ریلوے) میں واقع ہے۔ احاطہ وسیع ہے۔ اور اس کے ارد گرد محکمہ ریلوے نے جنگلہ لگا دیا ہے۔ مزار ایک بلند چبوترے پر واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ جن ایام میں محکمہ ریلوے نے اپنے افسرانِ اعلیٰ کی کوٹھیاں بنانے کے لئے یہ زمین حاصل کی اور تعمیرات کا سلسلہ شروع کر دیا تو اس میں کافی رکاوٹیں پیش آئیں۔ بالآخر ٹھیکیدار صاحب موصوف نے نذرانہ پیش کیا تو کام کا آغاز ہوا۔ میو گارڈنز اور دھوبی حضرات ان کی کرامات کو بہت مانتے ہیں۔ ایک قدیم نیم کا درخت بھی ہے۔ سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔ آپ کے مزار کے پاس بابا مستانہؒ شاہ کا بھی مزار ہے۔

مزار حضرت معصومؒ شاہ

حضرت معصومؒ کا مزار شرف سٹریٹ نمبر ۲

مین بازار گڑھی شاہو میں واقع ہے۔ مزار قدیم ہے۔ آپ مدرسۃ البوالخیرؒ میں بطورِ معلم دینی علوم پڑھاتے تھے۔

مزار حضرت صادق شاہؒ

یہ مزار جامع مسجد مین بازار گڑھی شاہو کے باہر جنازہ گاہ گڑھی شاہو کے ساتھ برلب سڑک واقع ہے۔ چھوٹے سے احاطہ میں دو قبور ہیں۔ ایک قبر آپ کی اور دوسری نامعلوم الاسم۔ سراج الدین قادری نے بتلایا کہ آپ مجذوب تھے۔ اور حقہ پیتے تھے۔ قریباً اوائل عہدِ انگریز کے بزرگ ہیں چونکہ آپ حقہ پیتے تھے۔ اِس لئے ایک دفعہ مجلسِ نبویؐ میں حاضری کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم نے آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا تھا چناں چہ آپ نے حقہ پینا چھوڑ دیا۔ آپ صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ مین بازار میں ہی آپ کی جو کھنڈی کے قریب جانبِ مشرق دو خام قبور سایہ دار پودوں میں گھری ہوئی ہیں۔ اور بازار میں ایک پختہ تھڑا ہے۔ جہاں شام کو چند لوگ بیٹھتے ہیں۔ آپ کمبوہ برادری سے تعلق رکھتے تھے

مقبرہ حضرت پیر بھولا

یہ مقبرہ مین بازار گڑھی شاہو۔ پیر بھولا سٹریٹ میں آخر میں واقع ہے۔ گنبد سبز رنگ کا ایک کمرہ میں واقع ہے۔ پیر بھولا سٹریٹ، حاجی محمد موسیٰ مرحوم کے مکان کے بالمقابل ہے۔

مزار حضرت چراغ شاہ

آپ ایک قدیم بزرگ تھے۔ مزار چراغ سٹریٹ گلی نمبر ۲ مغل پورہ روڈ پر واقع ہے۔ مزار ایک چوکھنڈی میں واقع ہے سنگِ مرمر کی تختی پہ یہ تحریر ہے۔

یا اللہ جل جلالہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا محمد ﷺ

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

تقریباً ایک مرلہ جگہ ہے۔ اور مزار ایک اونچی چار دیواری میں واقع ہے۔ دار العلوم ابوالخیر میں مدرس تھے۔

مزار حضرت شاہ عنایتؒ

حضرت شاہ عنایتؒ کا مزار مہران سٹریٹ نمبر ۹ گڑھی شاہو لاہور میں واقع ہے آپ بھی مدرسہ ابوالخیر بغدادی میں معلم تھے۔ اور دینی علوم پڑھاتے تھے۔

مزار حضرت مولانا محمد نعیمؒ

حضرت ابوالخیر بغدادیؒ کے وصال کے بعد اس خانقاہ عالیہ کے پرنسپل حضرت مولانا محمد نعیمؒ مقرر ہوئے۔ آپ کا مزار بھی درگاہ حضرتِ شاہ ابوالخیر بغدادیؒ میں واقع ہے اس مدرسہ کا نام مدرسۂ ابوالخیر تھا۔

مزار حضرت میراں شاہ بخاریؒ

آپ کا مزار ایک بلند چبوترے پہ بالمقابل ریلوے اسٹیڈیم روڈ پر واقع ہے چبوترہ کے تین اطراف میں ریلوے نے آہنی جنگلہ لگوا دیا ہے۔ آپ کو ون پیر بھی کہا جاتا ہے۔ سنگِ مرمر کی تختی پہ یہ تحریر ہے۔

یا اللہ جل جلالہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا محمد ﷺ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

برگد کا ایک قدیم درخت بھی موجود ہے۔ مسجد کا نشان بھی پختہ بنا دیا گیا ہے احاطہ

وسیع کر دیا گیا ہے۔

مزار حضرت پیر روڑاں والا رح

یہ مزار ریلوے لائن امرتسر اور گاف گراؤنڈ کی دیوار کے درمیان میں واقع ہے۔ اور حضرت مولینا تاج الدین رح قادری کے مزارِ اقدس سے جانب گڑھی شاہو ساتھ ہی واقع ہے۔ آپ کا مزار ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔ احاطہ کھلا اور وسیع ہے۔ جہاں سایہ دار درخت اور نلکا بھی ہے۔

نا معلوم الاسم مزار

علامہ اقبال روڈ پر تاج سینما میں سڑک کے قریب دروازہ سینما کے پاس ایک پختہ مزار ہے۔ جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مگر بتایا جاتا ہے کہ آپ صاحبِ کرامات بزرگ تھے۔ اِس مزار کو سبز رنگ سے مزین کیا گیا ہے اور اوپر غلاف بھی ہے۔

مزار پیر محمد خان عدالتی

عہدِ ناظمانِ لاہور میں جن ایام میں نواب شاہنواز خاں پسر خان بہادر نواب ذکریا خاں ۱۷۴۵ء تا ۱۷۴۷ء حاکم لاہور تھا۔ اِس دوران پیر محمد خان عدالتی لاہور میں اپنے عدل وانصاف کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ وہ دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے کیا کرتا تھا۔ اِسی لیے وہ "عدالتی" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۵۶ء میں ایک باغ احداث کرایا۔ اور پھر اسی باغ کے اندر اس نے اپنا مقبرہ بنوایا۔ جو کہ نہایت شاندار تھا۔ سکھوں کے عہد میں باغ اور مقبرہ تباہ ہو کے رہ گئے۔ یہ مقبرہ سندر داس روڈ پر موجود تھا۔ کئی برس ہوئے راقم الحروف نے، کھیتوں میں اسکی قبر کے آثار دیکھے تھے۔ یہ مزار میو گارڈنز کے بالمقابل کھیتوں میں تھا۔ اب یہ نشان بھی مٹ چکا ہے۔

مقبرہ بدھو گلگو

بدھو ولد سندھو کا عہدِ شاہجہانی میں لاہور میں ایک پژاوہ تھا جس کا نشان اب بھی قبرستان بدھو کا آوا اور مقبرہ نواب خان دوران کے درمیان واقع ہے۔ یہ بدھو حضرت شیخ عبدالحق رح مجذوب قادری مرید حضرت میاں میر رح قادری فاروقی کا مرید تھا۔ کیوں کہ اس نے آپ کی کئی ایک کرامات دیکھی تھیں۔ اس نے اپنے حین حیات اپنا مقبرہ بنایا جو

کہ نہر اپر باری دوآب کے قریب ریلوے
کی کوٹھیوں میں اب بمشکل ایک مزار ہے۔
نیز یہاں ہی اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ
عبدالحق مجذوب کی قبر بھی ہے۔ موجودہ صورت
میں مقبرہ نہیں ہے۔ لیکن ریلوے کی اس
کوٹھی میں ایک طرف نالے کے اوپر آٹھ
دس سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتا ہے۔

مزار حضرت شیخ شہباز گدا قادری شطاری

آپ حضرت شاہ گدا قادری شطاری
لاہوری کے مرید تھے۔ جو اپنے زمانہ کے ولیٔ
کامل اور مجذوب بزرگ تھے۔ آپ ان کے
مصاحبین خاص میں سے تھے۔

آپ کا مزار اندرون احاطہ چار
دیواری حضرت شاہ گدا قادری شطاری میں
واقع ہے۔ جو برٹ انسٹی ٹیوٹ ریلوے
کالونی میں واقع ہے۔

مزار حضرت شیخ احمد گدا قادری شطاری

آپ بھی شاہ گدا کے مریدین خاص
میں سے تھے۔ اور مجذوب تھے۔ آپ کا
مزار اندرون چار دیواری حضرت شاہ
گدا میں واقع ہے۔ جو ریلوے کالونی میں
واقع ہے۔

مزار حضرت شیخ لال گدا قادری شطاری

آپ بھی حضرت شاہ گدا قادری
شطاری کے مصاحبین خاص میں سے
تھے۔ اور طریقہ مجذوبیت تھا۔ ہر وقت
اپنے مرشد کے ہمراہ رہا کرتے تھے۔ آپ
کا مزار بھی اپنے مرشد حضرت ابو تراب شاہ
گدا قادری شطاری کے قریب ریلوے
کالونی میں واقع ہے۔

خانقاہ قدمِ رسولؐ

خانقاہ موجودہ ریلوے اسٹیشن اور
مسجد دائی انگہ کے قرب و جوار میں تھی۔
یہاں ایک مکان میں گنبد روضہ عالی شان
مربع بنا ہوا۔ گنبد کے چاروں کونوں میں
چار مینار خورد تھے۔ اس گنبد میں قدمِ رسولؐ
رکھا ہوا تھا۔ اور باہر احاطہ میں حاجی جمیت
کی قبر تھی۔ مصنف "تحقیقاتِ چشتی" لکھتا ہے
کہ عہدِ جلال الدین اکبر میں ایک شخص حاجی
جمیل مکہ معظمہ کی طرف گئے۔ اور وہاں سے یہ
قدمِ رسولؐ لائے۔ باہر اس چار دیواری کے
بہت سی قبوریں تھیں۔ اس زمانہ میں یہاں
گیارھویں ربیع الاوّل کی ماہ وفات آنحضرتؐ

شاہِ رسالت ہے۔ عرس ہوتا تھا۔ یہیں غلام رسُول سَوداگر کی بھی قبر تھی۔ حضرت حاجی جمیلؒ مرید حضرت رنگ بلاولؒ مرید وخلیفہ حضرت مادھو لعل حُسینؒ قادری تھے۔ انہوں نے سات حج کیے تھے۔ اور غلام رسول سَوداگر ان کا دوست تھا اور لاولد تھا۔ اس نے اس قدمِ رسولؐ پر ایک نہایت ہی عالی شان گنبد بنا دیا۔ مفتی غلام سرور لاہوری "حدیقۃ الاولیاء" میں رقمطراز ہیں کہ حاجی جمیلؒ خلیفہ حضرت رنگ بلاولؒ مرید و خلیفہ حضرت مادھولال حُسینؒ لاہوری مکہ معظمہ سے ایک پتھر سرخ "قدمِ رسولؐ" لائے تھے۔ اور پھر حاجی جمعیت نے یہ پتھر اس مقام پر رکھ کر اوپر قدم شریف کا گنبد بنوا دیا۔ مفتی صاحب نے اس رَوضہ کو دیکھا ہے۔ اور اس کے کتبات اپنی تالیف میں تحریر کیے ہیں۔

عہدِ حکومتِ برطانیہ میں ریلوے اسٹیشن کی توسیع کی زد میں آگیا۔ اور اس کو گرا دیا گیا۔ قدمِ رسول احاطہ خانقاہ حضرت مادھولال حسینؒ باغبان پورہ میں رکھا گیا۔ جو اب بھی موجود ہے اور ان بزرگان کی قبور کے تابوت بھی وہاں لیجا کر دفن کئے گئے۔

مزار حضرت مولوی صادق علی گجراتی

مولوی صادق علی گجراتی، نواب جعفر خان اور نواب خلیل اللہ خاں صوبیداران لاہور کے اتالیق کے اُستاد تھے۔ نواب جعفر خان اور نواب کاظم خان جنہوں نے محراب شریف نوازش سٹریٹ گڑھی شاہو تعمیر کرائی تھی۔ کے بچوں کو پڑھاتے تھے۔ آپ گجرات کے رہنے والے تھے۔ اور لاہور آکر آپ نے اپنی خداداد صلاحیت اور ذہانت و فطانت سے یہ مقام حاصل کیا۔ "شاہجہان نامہ" مؤلفہ محمد صالح کمبوہ میں بھی آپ کا ذکر ملتا ہے۔ آپ کی اہلیہ بھی ان امرائے دربار کی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی۔

جب لاہور امپرومنٹ ٹرسٹ نے یہ آبادی سکیم میں لے لی۔ اور اراضی فروخت کی تو آپ کے مزار کے لیے بھی جگہ چھوڑی گئی۔

جب آپ کی وفات ہوئی۔ تو نواب جعف خان نے آپ کو اپنی تعمیر کردہ محراب شریف کے جان مغرب جگہ دے دی۔ جہاں آپ کو ایک بھورہ میں دفن کیا گیا۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ کی بھی قبر ہے سات آٹھ سیڑھیاں اُتر کر اندر تہہ خانہ میں دو قبور ہیں۔ اور اوپر بھی سطحِ زمین کے برابر دو نشان بنا دیئے گئے ہیں۔ جس پر دَن کا قدیم درخت اب بھی موجود ہے۔

کوس مینار

سنہ ۱۰۲۷ھ مطابق سنہ ۱۶۱۸ء میں شہنشا

نور الدین جہانگیر نے حکم دیا کہ آگرہ سے لاہور
تک گرینڈ ٹرنک روڈ پر کوس کوس کے فاصلے
پر مینار بنائے جائیں۔ اور ہر تین کوس کے فاصلے
پر ایک کنواں کھدوایا جائے۔ بادشاہ "تزکِ
جہانگیری" میں رقم طراز ہے۔ کہ قبل ازیں آگرہ
سے اٹک تک اِس شاہراہ کے دونوں جانب
درخت لگوائے گئے تھے۔ جہانگیر کا ایسا ایک
بنا ہوا مینار ریلوے لائن کراچی نزد ریلوے سٹیڈیم
گڑھی شاہو موجود ہے۔ جو فنِ تعمیر کا ایک
نادر نمونہ ہے۔ اب اس کوس قدیم کے ارد
گرد محکمہ ریلوے والوں نے مکانات بنوا
لئے ہیں۔ اور کوس مینار کے ارد گرد مٹی
کھود کر جوہڑ بنا دیا ہے۔ حالاں کہ اس قدیم
مینار کی حفاظت محکمہ آثارِ قدیمہ کے ذِمّہ ہے
مگر وہ اِن قدیم آثار کو مٹانے کے درپے ہے
اور کوئی کارروائی نہیں کرتی۔ اس طرح مقبرہ
جہانگیر۔ مقبرہ نواب بہادر خاں۔ مقابر کوٹ خواجہ
سعید کی حالت نہایت ناگفتہ بہ ہے۔ جن کی
طرف محکمہ آثار قدیمہ بالکل توجہ نہیں کرتا۔ اور
اِس طرح یہ قدیم آثار ختم کئے جا رہے ہیں۔

نور پورہ

یہ موضع گاف گراؤنڈ کے قرب و
جوار میں مہر کریم بخش وغیرہ اولادِ نورا کمبوہ نے
سنہ ۱۲۸۰ھ میں اِس طرح آباد کیا کہ مقبرہ نواب
بہادر خاں میں زمینداروں کا مال رہتا تھا۔
جب انگریزوں نے اس کو ناچ گھر بنایا تو
ان کو یہاں سے نکال دیا گیا۔ انہوں نے اس
گنبد کے مشرق میں یہ نیا قصبہ آباد کر لیا۔ کسی زمانہ
میں یہاں محلہ گنج آباد تھا۔ لکھا ہے کہ ابتدائے
عملداری انگریزی میں یہ گنبد مقبوضہ اولادِ مہر نورا
سرکار نے ایک سو روپیہ دے کر خالی کرا لیا۔
سکھوں کے عہدِ حکومت میں ایک روز مہاراجہ
رنجیت سنگھ یہاں آیا۔ تو اس نے دیکھا کہ
نورا اپنی گندم کو صاف کر رہا ہے۔ مہاراجہ نے
یہ گندم دیکھی تو وہ سفید دانہ دانہ تھی۔ جو اسے
بہت پسند آئی۔ اُس نے طنزاً کہا کہ ہم یہ گندم
پانی کی بجائے دودھ دے کر پرورش کرتے
ہیں۔ راجہ بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ جتنا دودھ
درکار ہو قلعہ سے لے آیا کرو۔ اور گندم ہمارے
یہاں پہنچا دیا کرو۔ چناں چہ اس نے اِس فریب
سے مہاراجہ سے بہت سا روپیہ کمایا۔ تھوڑا
سا دودھ فصل کے لیے استعمال کرتا۔ اور
باقی اپنے مصرف میں لاتا۔ چونکہ اس کی جائداد ضبط
سرکار میں ہوگئی تھی۔ اِس لیے اس نے بعد
ازاں دوسرا کام شروع کر دیا۔ اور ٹھیکیداری بوٹا

تعمیر خندق لاہور مقرر ہو گیا۔ اب اس نور پورہ کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک خورد ٹیلہ پر قبر جام حضرت شاہ گدا ؟ قادری شطاری کے مرید کی تھی۔

قبرستان علاقہ گڑھی شاہو

۱۔ قبرستان درگاہ فرشتیاں والی نزد ریلوے ہیڈ کوارٹرز

۲۔ قبرستان مسافر خانہ ڈیورینڈ روڈ نزد کوٹھی ممتاز دولتانہ

۳۔ قبرستان محلہ فیروز گنج

۴۔ قبرستان زرگراں۔ آفتاب سٹریٹ علامہ اقبال روڈ

۵۔ قبرستان مولوی تاج دین قادری نزد گاف گراؤنڈ (مسجد قصاب خانہ کہنہ)

۶۔ قبرستان کوٹھی داراں۔ شالامار روڈ۔

۷۔ قبرستان جان محمد حضوری علامہ اقبال روڈ

۸۔ قبرستان مرگ نینی (حضرت محمد سلطانؒ) نزد ریلوے کا بڑا پل۔

۹۔ قبرستان بھاگے شاہ حبیب اللہ روڈ

۱۰۔ قبرستان چوہدری عنایت اللہ کمبوہ نئی آبادی بالمقابل کوٹھی شیخ سردار محمد۔

علامہ اقبال میوزیم

موجودہ صورت میں جاوید منزل (علامہ اقبال میوزیم) میں یہ تحریرات لکھی ہوئی ہیں اور زیر انتظام و اہتمام محکمہ آثار قدیمہ ہے۔ افسر اعلیٰ کیوریٹر ہے۔

۱۔ سوانح اقبالؒ

۹ نومبر ۱۸۷۷ء۔ پیدائش سیالکوٹ۔ والد کا نام شیخ نور محمد۔

سنہ ۱۸۹۱ء۔ مڈل کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔

سنہ ۱۸۹۳ء۔ میٹرک کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ اس سال آپ کی شادی گجرات کے ڈاکٹر خان بہادر عطا محمد خان کی دختر کریم بی بی سے ہوئی۔

سنہ ۱۸۹۵ء۔ ایف اے کا امتحان سکاچ مشن (مرے کالج) سیالکوٹ سے پاس کیا اور پنجاب بھر میں عربی کے مضمون میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔

سنہ ۱۸۹۷ء۔ بی اے کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا۔ اور عربی کے مضمون میں یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔

سنہ ۱۸۹۹ء۔ ایم اے کا امتحان پاس کیا اور فلسفہ میں امتیازی تمغہ حاصل کیا۔

سنہ ۱۸۹۹ء تا سنہ ۱۹۰۳ء بطور استاد اورینٹل کالج لاہور میں

سنہ ۱۹۰۰ء - ۲۴ فروری کو انجمن حمایت اسلام میں
نظم "نالۂ یتیم" پڑھی۔
سنہ ۱۹۰۱ء - بھاٹی دروازہ میں شاہ گلاب دین
کے قیام پذیر ہوئے۔ جہاں لندن جانے تک
سنہ ۱۹۰۵ء تک قیام رہا۔
سنہ ۱۹۰۳ء - گورنمنٹ کالج اور اسلامیہ کالج
میں پڑھاتے رہے۔
پہلی کتاب "علم الاقتصاد" شائع ہوئی۔
آفتاب اقبال پیدا ہوئے۔
سنہ ۱۹۰۴ء - انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجتماع
میں نظم "تصویرِ درد" پڑھی۔
سنہ ۱۹۰۵ء - لندن کے لئے روانگی۔ جانے سے
پہلے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر حاضری
سنہ ۱۹۰۷ء - تحقیقی مقالہ "ایران میں مابعد الطبیعیات
کا ارتقاء"
DEVELOPMENT OF METAPHYSICS
IN PERSIA
پر پی ایچ ڈی کی ڈگری میونخ یونیورسٹی جرمنی
سے حاصل کی۔
لندن یونیورسٹی میں پروفیسر آرنلڈ کی جگہ ۶ ماہ
تک عربی کی تعلیم دی۔
سنہ ۱۹۰۸ء - لنکن ان لندن سے بیرسٹری کا امتحان
پاس کیا۔ اسی سال لاہور واپس تشریف لائے

اور انارکلی میں رہائش پذیر ہوئے۔ جہاں سنہ ۱۹۲۲ء
تک قیام رہا۔
سنہ ۱۹۰۹ء - گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے
پروفیسر مقرر ہوئے۔
سنہ ۱۹۱۰ء - حیدر آباد دکن کا سفر کیا اور علی گڑھ
بھی تشریف لے گئے۔
سنہ ۱۹۱۱ء - انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس
میں "شکوہ" پڑھا۔
سنہ ۱۹۱۲ء - موچی دروازے کے ایک بڑے
اجتماع میں "جواب شکوہ" پڑھا۔
نظم "حضور رسالت مآب میں" بادشاہی مسجد میں
پڑھی۔
سنہ ۱۹۱۳ء - سردار بیگم والدہ جاوید اقبال
سے شادی۔
سنہ ۱۹۱۵ء "اسرار خودی" شائع ہوئی۔
سنہ ۱۹۱۸ء - "رموزِ بیخودی" شائع ہوئی۔
سنہ ۱۹۲۰ء - انجمن حمایت اسلام کے سیکرٹری
مقرر ہوئے اس عہدہ پر آپ سنہ ۱۹۲۴ء تک قائم
رہے۔
سنہ ۱۹۲۱ء - "بانگِ درا" (خضرِ راہ) مرتب کی۔
سنہ ۱۹۲۲ء - انارکلی سے میکلوڈ روڈ منتقل ہوئے
جہاں سنہ ۱۹۳۵ء تک قیام رہا۔
سنہ ۱۹۲۳ء - "پیامِ مشرق" (فارسی) شائع ہوئی۔

حکومتِ برطانیہ کی طرف سے سَر کا خطاب ملا۔

۱۹۲۴ء۔ بانگِ درا شائع ہوئی۔

جاوید اقبال پیدا ہوئے۔

۱۹۲۶ء۔ ممبر لیجسلیٹو کونسل مقرر ہوئے۔

۱۹۲۷ء۔ "زبورِ عجم" (فارسی) شائع ہوئی۔

۱۹۲۸ء۔ لاہور میں منعقدہ اورینٹل کانفرنس میں صدارتی خطبہ "مسلمانوں کا تصورِ زمان و مکان" پڑھا۔

SPACE AND TIME IN MUSLIM THOUGHT

۱۹۲۹ء۔ مدراس۔ میسور کا سفر کیا۔ سرنگاپٹم میں سلطان ٹیپو کی قبر پر تشریف لے گئے۔

۱۹۳۰ء۔ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ"

RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHT IN ISLAM

شائع کی۔

آپ کی بیٹی منیرہ پیدا ہوئی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاسِ الہ آباد میں صدارتی خطبہ پڑھا۔ اور ایک علیحدہ نظریاتی مملکت کا تصور پیش کیا۔

دوسری گول میز کانفرنس لندن میں مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے شرکت۔

انڈیا سوسائٹی لندن سے خطاب کیا۔

اقبال لٹریری ایسوسی ایشن لندن کی شاندار دعوت میں بمع گول میز کانفرنس کے نمائندوں کے شرکت کی۔

معزول والی افغانستان امیر امان اللہ خان سے ملاقات۔

قاہرہ تشریف لے گئے اور تاریخی مقامات کی سیر کی۔ بیت المقدس میں مؤتمر عالم اسلامی کی کانفرنس میں شرکت کی۔

۱۹۳۲ء۔ پہلا یومِ اقبال لاہور میں وائی ایم سی اے ہال میں منایا گیا۔

آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ لاہور میں صدارتی خطبہ پڑھا۔

رسالہ نیرنگِ خیال نے پہلا اقبال نمبر شائع کیا۔

جاوید نامہ (فارسی) شائع ہوا۔ تیسری گول میز کانفرنس لندن میں شرکت کی۔

۱۹۳۳ء۔ تیسری گول میز کانفرنس کے بعد فرانس میں نپولین بوناپارٹ کا مقبرہ دیکھا۔ پروفیسر برگساں سے ملے۔

مسجد قرطبہ گئے۔ وہاں اذان دی۔ اور نماز پڑھی۔ نظم "مسجد قرطبہ" لکھی۔

میڈرڈ میں ایک لیکچر "سپین اور اسلام کی فکری دنیا" دیا۔

INTELLECTUAL WORLD OF ISLAM AND

SPAIN

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں ایک اجتماع کی صدارت کی جس میں ترکی کے غازی رسول پاشا نے "قومیت اور اسلامی اتحاد" پر ایک لیکچر دیا۔

NATIONALISM AND MUSLIM UNITY.

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں ایک مقالہ "لندن سے غرناطہ تک" FROM LONDON TO GARNADA. پڑھا جس کی صدارت ڈاکٹر ذاکر حسین نے کی۔

افغانستان بمعہ سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے تشریف لے گئے۔

افغانستان کے لئے تعلیمی منصوبہ پر کام کیا۔ واپسی پر نظم "مسافر" لکھی۔

۱۹۳۴ء۔ نقرس کی بیماری لاحق ہوگئی۔

انجمن حمایت اسلام کے صدر مقرر ہوئے۔

۱۹۳۵ء۔ میکلوڈ روڈ سے جاوید منزل نقل مکانی کی۔ پنجاب مسلم لیگ کے صدر مقرر ہوئے۔ بالِ جبرائیل" شائع کی۔

۱۹۳۶ء۔ اسلام اور احمدیت پر مضمون لکھا۔

"ضرب کلیم" (اردو) اور "پس چہ باید کرد" (فارسی) شائع ہوئی۔

۱۹۳۷ء۔ الہ آباد یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری دی۔

۱۹۳۸ء۔ ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء صبح ۴ بجے انتقال ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کے وصال کے بعد آخری تصنیف "ارمغان حجاز" شائع ہوئی۔

۲۔ جاوید منزل

جاوید منزل علامہ اقبال کی آخری رہائش گاہ ہے۔ اس مکان میں حضرتِ علامہ کا ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء میں انتقال ہوا۔ جاوید منزل کی تعمیر کے لئے ۱۹۳۴ء میں نزول اراضی رقبہ سات کنال بذریعہ نیلام بعوضِ ۲۵۰۲۵ روپے خرید کی گئی۔ اس کوٹھی کی تعمیر پر سولہ ہزار روپے خرچ ہوئے۔ بجلی پنکھوں اور فرنیچر پر مزید ایک ہزار روپے خرچ ہوئے۔ اس طرح کل لاگت ۴۲۰۲۵ روپے ہوئی۔ علامہ اقبال نے اپنے بیٹے جاوید اقبال کے نام پر نئے مکان کا نام جاوید منزل رکھا۔ علامہ اقبال مئی ۱۹۳۵ء میں میکلوڈ روڈ سے منتقل ہو کر اس مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ ۲۱ مئی ۱۹۳۵ء کو کرایہ نامہ کا اجرا ہوا۔ اس کے مطابق علامہ اقبال نے پچاس روپیہ ماہوار کرایہ ان چار کمروں کا مقرر فرمایا جو ان کے استعمال میں تھے۔ وہ یہ کرایہ اپنی وفات تک اپنے بیٹے جاوید اقبال کو ماہ بہ ماہ ادا کرتے رہے۔ ۱۹۷۷ء میں جاوید منزل کو حکومتِ پاکستان نے خرید لیا۔ اور اس میں علامہ اقبال میوزیم قائم کیا۔

۳۔ اسمیں یہ چیزیں محفوظ ہیں

(۱) تعارف میوزیم (۲) علامہ اقبال کے تحریر کردہ مسودات اور اسناد (۳) نظمیں۔ مضامین۔ دستاویزات اور علامہ اقبال کی مطبوعات (نقشِ اول) (۴) خطوط سپاس نامے اور تصاویر (۵) علامہ اقبال کی رہائش اور تعلیمی اداروں کی عمارات کے ماڈل۔ تصاویر (۶) قالین۔ ملبوسات اور ذاتی اشیاء (۷) خواب گاہ (۸) نشست گاہ۔ (۹) طعام گاہ۔

۴۔ جاوید منزل

اس مکان میں علامہ اقبال مئی ۱۹۳۵ء سے یوم وفات ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء تک مقیم رہے۔

۵۔ کتابیں

محکمہ آثارِ قدیمہ نے جاوید منزل میں جو نوادرات وغیرہ رکھے ہیں اُنکی تفصیل فہرستیں انگریزی اور اردو میں کتابوں کی شکل میں شائع کر دی ہیں۔

علامہ اقبال روڈ میوزیم میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف ایک میناری مسجد علامہ اقبال مسجد برلب سڑک آتی ہے اور دائیں ہاتھ باغیچہ ہے پھر کمروں کے آگے ایک نشیبی قطعہ اراضی ہے۔ جس میں سرسبز و شاداب گھاس ہے اور حدِ عمارت پر دیوارِ خانقاہ حضرت فاضل شاہ قادری نوشاہی ہے۔ اب اس عمارت کے برلب سڑک

کمرے مسمار کر کے نئے بنائے جا رہے ہیں۔

دار العلوم جامعہ نعیمیہ

دار العلوم جامعہ نعیمیہ علامہ اقبال روڈ پر ریلوے اسٹیشن گڑھی شاہو جاتے ہوئے دائیں ہاتھ آتی ہے۔ یہ تین منزلہ نہایت پرشکوہ اور دیدہ زیب عمارت ہے اور بیادگار صدر الافاضل مفتی حافظ قاری سید محمد نعیم الدینؒ مرادآبادی تعمیر کی گئی ہے۔ یہ عمارت اہلسنت والجماعت کے مسلک کے مسلمانانِ لاہور کی سب سے رفیع الشان اور عظیم الشان ہے۔ اس کے دروازوں اور کھڑکیوں پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعلِ پاک کا نقشہ لکڑی سے تراش کر پیوستہ کیا گیا ہے۔ مسجد کے اوپر خانہ کعبہ کے نمونے کی جالیوں میں اللہ کے الفاظ بنائے گئے ہیں اور ہر سہ اطراف میں بازوؤں میں گنبدِ خضریٰ کا نمونہ اور محمدؐ کے الفاظ بنے ہوئے ہیں۔ ۸×۱۰ فٹ کے خانوں میں شیشے کاری میں مختلف مقدس مقامات شمالی اور جنوب میں بنائے گئے ہیں جن میں خانہ کعبہ۔ مسجدِ نبویؐ کا اندرونی حصہ۔ مسجدِ نبویؐ کا بیرونی حصہ۔ بیت المقدس۔ میدانِ عرفات۔ مسجد قبا۔ مسجدِ خیف۔ اور دار العلوم جامعہ نعیمیہ کا مکمل نقشہ ہے۔ دونوں ستونوں میں ایک پر

اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور دوسرے پر نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسمار شیشے میں لکھے
گئے ہیں۔ محرابِ مسجد میں بھی شیشے سے آیاتِ
قرآنی تحریر ہیں۔

خان بہادر شمس العلمار سید محمد لطیف
اپنی انگریزی تالیف "ہسٹری آف لاہور" میں لکھتے
ہیں کہ جلال الدین اکبر کے زمانہ میں یہاں اس
کے ایک امیر نواب امیر خان نے یہاں ایک مسجد
بنوائی تھی۔ جس کی قبر بعد از وفات مسجد کے صحن
میں بنی۔ اور پھر کچھ زمانہ کے بعد اس قبر کیساتھ
~~ایک قبر اور مولوی کابلی کی بنی۔ یہ مسجد عرصہ تک~~
ایک اور مولوی کابلی کی بنی۔ یہ مسجد عرصہ تک
عیدگاہ گڑھی شاہو کے نام سے موسوم رہی۔
صدر دروازے کے اوپر لائبریری ہے۔ اور
اس کے اوپر گنبد۔ چاروں اطراف میں جالیاں
لگائی گئی ہیں۔ جن میں اللہ کے نام تحریر ہیں
مسجد امیر خان کو شہید کر کے یہ نئی مسجد تعمیر
کی گئی ہے جو کہ فنِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ اس
کے ستون۔ بیم اور محراب پر کندہ آیات
قرآنی کی خطاطی ایک عجیب وغریب منظر پیش کرتی
ہے۔ محرابِ مسجد شیشے کی گلکاری ~~سے مزین و~~
آراستہ ہے۔ ایوان مسجد ۴۰×۲۶ قدم ہے
اور اس کی دیواریں اور محراب، چھت اور
ستون بہترین مرصع کاری سے مزین ہیں۔
اور عجیب وغریب نقشہ جات بھی بنائے گئے ہیں
مینار ۹۰ فٹ بلند ہے۔ اور مسجد ۷۵×۵۰
ہے۔ مینار پر ۷ فٹ کا سٹیل کا کلس ہے۔ گنبد
۳۳ قطر اور ارتفاع ۵۰ فٹ ہے۔ رقبہ ۵
کنال سے زائد ہے۔ صدر دروازہ ۱۲ فٹ
چوڑائی اور ۲۲ فٹ اونچائی میں ہے۔
دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کے بانی مفتی محمد حسین
نعیمی ہیں۔

مفتی صاحب کے والد ماجد کا اسم
گرامی مُلا تفضل حسین تھا۔ آپ کی ولادت ۱۹۲۳ء
میں مرادآباد میں ہوئی۔ بیعت حضرت سید ابو
احمد علی حسین اشرفی کچھوچھہ شریف سے ہے اور
استادِ معظم صدر الافاضل فخر الاماثل سید محمد نعیم
الدین مرادآبادی ہیں۔

صدر الافاضل مولٰینا نعیم الدین رح
مرادآبادی نے ۱۹۴۲ء میں مفتی محمد حسین نعیمی
کو لاہور بھیجا۔ جہاں انہوں نے یہاں آکر دس برس
تک چند قدیم درس گاہوں میں درس و
تدریس کی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۹ء میں شیخ
سردار محمد۔ الحاج یوسف علی شہر دردی اور
الحاج عبدالرشید خالد کے تعاون سے یہ قطعہ

تزیین حاصل کیا گیا۔ اور ۱۷ اگست ۱۹۶۰ء کو اس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ مفتی صاحب وفاقی مجلسِ شوریٰ کے رکن بھی رہے ہیں۔

اس وقت اس میں درج ذیل شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔ (۱) شعبۂ تعلیم جس میں درسِ نظامی۔ تجوید و قرأت۔ حفظ و ناظرہ قرآن پاک (۲) شعبۂ ذیلی مدارس (۳) شعبۂ تبلیغ و اسلام (۴) شعبۂ نشر و اشاعت (۵) شعبۂ تصنیف و تالیف (۶) دار الافتاء۔ (۷) بزمِ نعیمیہ (۸) ادارہ خدام الاسلام (۹) مکتبۂ نعیمیہ (۱۰) شعبۂ تعمیرِ عمارت۔ (۱۱) شعبۂ علوم عصریہ و جدیدیہ۔ بے شمار ممالک کے اکابرینِ ملتِ اسلامیہ اور غیر ملکی مشاہیر کے وفود نے اس دار العلوم کے متعلق اپنی آرا دی ہے۔ جس میں سجادہ نشین کچھوچھہ شریف۔ سید یوسف گیلانی بغدادی۔ پیر محمد صادق مجددی مہاجر مدنی سابق سفیرِ افغانستان۔ سفیرِ ملائیشیا حاجی قمر الدین عارف حاجی سپیچو سپیکر انڈونیشیا پارلیمنٹ۔ وفد مؤتمر عالمِ اسلامی۔ شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ مراکش۔ شیخ الادب جامعہ ازہر۔ شیخ محمد عبد العزیز بن سعودی عرب۔ مفتی حاجی محمدی یوسف آفندی۔ مفتی اعظم بلغرادیہ گوسلاویہ۔ وفد عرب امارات۔ شیخ محمد عبد العزیز بن صالح خطیب مسجدِ نبوی۔ روسی فنِ تعمیر کا وفد۔ حاجی محمد علی لوشوجی رئیس الوفد علمائے چین۔ وفد سری لنکا۔ سید محبوب مرشد سابق چیف جسٹس مشرقی پاکستان۔ پیر سید طاہر علاء الدین گیلانی۔ مولانا فضل الرحمان مدنی اور پاکستان کے بے شمار علمائے کرام اور صوفیائے کرام و ساداتِ کرام شامل ہیں۔

مساجد علاقہ گڑھی شاہو

۱۔ مسجد والی انگہ۔ نزد ریلوے اسٹیشن۔ پلیٹ فارم نمبر ۱۔ امرتسر ریلوے لائن۔

۲۔ مسجد علامہ اقبال۔ جاوید منزل۔ علامہ اقبال روڈ لاہور۔

۳۔ مسجد مرگ نینی (حضرت محمد سلطان قادری) نزد بڑا ریلوے پل۔ بائیں جانب۔

۴۔ مسجد سید جان محمد حضوری قادری بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو

۵۔ مسجد حضرت شاہ گدا قادری شطاری۔ ریلوے کالونی۔ سینڈی فورڈ روڈ۔ نزد برٹ انسٹیٹیوٹ

۶۔ مسجد فرشتیاں والی۔ نزد ریلوے ہیڈ کوارٹرز

۷۔ مسجد سید عبد الخالق چشتی۔ نزد ریلوے ڈویژنل آفس۔

۸۔ مسجد مولوی غلام دین۔ انجن شیڈ۔

۹۔ مسجد ریلوے پاور ہاؤس۔ برلب مٹرک

۱۰۔ مسجد حضرت ابوالخیر۔ نزد وشیخاں سٹریٹ ۲

گڑھی شاہو۔

۱۱۔ جامع مسجد مین بازار گڑھی شاہو۔

۱۲۔ مسجد بھاگے شاہ۔ حبیب اللہ روڈ۔

۱۳۔ مسجد بابا کرم بخش۔ علامہ اقبال روڈ بالمقابل ڈاک خانہ۔

۱۴۔ مسجد محلہ غازی عبداللہ۔ زمان سٹریٹ ۱۷

۱۵۔ مسجد محراب۔ نوازش سٹریٹ نمبر ۳۷

۱۶۔ مسجد سائیں گوہر دین۔ فیروز دین سٹریٹ (جامع مسجد حنفیہ)

۱۷۔ مدنی مسجد۔ علامہ اقبال روڈ برنی سٹریٹ ۲۹

۱۸۔ مسجد قبرستان مسافر خانہ۔ ڈیورینڈ روڈ

۱۹۔ مسجد شیخ سردار محمد مرحوم۔ نزد کوٹھی شیخ سردار محمد۔ حبیب اللہ روڈ

۲۰۔ مسجد قادریہ۔ امتیاز سٹریٹ نمبر ۲۲

۲۱۔ مسجد ریلوے کوارٹرز۔ نزد ریلوے اسٹیڈیم

۲۲۔ مسجد حسن دین سٹریٹ۔ نزد ریلوے اسٹیڈیم روڈ گلی نمبر ۲۳۔ بناکردہ چوہدری کریم بخش ولد چوہدری وزیر

۲۳۔ مسجد اہل حدیث۔ صدر دین سٹریٹ نمبر ۵

۲۴۔ فیض مسجد۔ مغل پورہ۔ گلی میں

۲۵۔ جامعہ نعیمیہ مسجد۔ علامہ اقبال روڈ

۲۶۔ مسجد چوہدری خیر دین۔ یثرب سٹریٹ نمبر ۱۲ (کرٹیلی میں)

۲۷۔ مسجد قادریہ مین۔ برنی سٹریٹ نمبر ۲۹

۲۸۔ مسجد مہر شادی۔ علامہ اقبال روڈ بالمقابل برنی سٹریٹ نمبر ۲۹

۲۹۔ جامع مسجد چوہدری کرم دین۔ پنجاب اسمبلی کوارٹرز (نزد لاہور میونسپل)

۳۰۔ مسجد راجہ منزل حسین۔ بدر دین سٹریٹ گوندی پیر (التوحید منزل)

۳۱۔ مسجد جھگیاں امام دین۔ سروے کالونی نزد گوندی پیر۔

۳۲۔ جامع موتی مسجد۔ ۹۲ علامہ اقبال روڈ۔ بالمقابل گوندی پیر پولیس اسٹیشن گڑھی شاہو۔

۳۳۔ مسجد میو گارڈن نزد مزار حضرت بہاری شاہ۔

۳۴۔ مسجد ریلوے سروے کالونی۔ نزد کراچی ریلوے لائن۔ علامہ اقبال روڈ۔

۳۵۔ مسجد فاروقیہ۔ کچی آبادی (میراں بخش و فضل کریم)۔ بالمقابل ریلوے سروے کالونی۔

۳۶۔ مسجد بالمقابل کارپوریشن جونیئر ماڈل سکول علامہ اقبال روڈ (متصل میو گارڈنز)

۳۷۔ مسجد باجا لائن نمبر ۱۔ اندرون ریلوے کوارٹرز۔ بالمقابل پاور ہاؤس

۳۸۔ مسجد باجا لائن نمبر ۲۔ ا[illegible]

ریلوے کوارٹرز۔ بالمقابل پاور ہاؤس

۳۹۔ مسجد صادق کالونی عقب کراؤن سنیما

نزد دس کالونی

۴۰۔ مسجد جھگیاں ڈیوس روڈ۔ کونہ

گڑھی شاہو کی طرف میو گارڈنز کا

۴۱۔ مسجد نئے کوارٹرز ریلوے لا

کراچی سے اسٹیڈیم کی طرف۔

۴۲۔ مسجد مولوی تاج الدینؒ

گاف کلب۔

عہدِ مغلیہ سے قبل کے آثار

۱۔ اسپیدسر ۲۔ خانقاہ علی رنگریز

۳۔ مزار الف شاہ

۴۔ قبرستان بی بی پاکدامناں سے نہر تک

قبرستان تھا۔ اب بھی پانچ قبرستان ہیں۔ باقی جگہوں پر قبروں کے نشانات مٹا کر مکانات تعمیر کر لئے گئے ہیں۔

عہدِ مغلیہ کے آثار

۱۔ عیدگاہ جہانگیری ۲۔ مدرسہ خیر گڑھ

۳۔ مسجد امیر خاں ۴۔ بنگلہ موتیا بیگم

۵۔ مسجد دائی انگہ ۶۔ مسجد قصاباں

۷۔ مقبرہ نصرت خاں

۸۔ مزار پیر محمد خاں عبدالغنی

۹۔ مقبرہ نواب بہادر خاں

۱۰۔ مزار شیخ عبدالحق مجذوب

۱۱۔ مقبرہ حضرت نظام الدین چشتی المعروف

پیر ڈھیکا۔

۱۲۔ مزار نواب جعفر خاں و کاظم خاں

(محراب شریف)

۱۳۔ بھورہ صادق علی شاہ

۱۴۔ مقبرہ حضرت جان محمد حضوری

۱۵۔ مقبرہ حضرت محمود شاہ حضوری

۱۶۔ مقبرہ حضرت فاضل شاہ قادری

نوشاہی۔

۱۷۔ مقبرہ محمد صالح کمبوہ و شیخ عنایت اللہ

۱۸۔ درگاہ حضرت شاہ گدا

۱۹۔ خانقاہ محمد سلطان مرگ غنی

۲۰۔ دربار سائیں بھاگے شاہ

۲۱۔ درگاہ حضرت رحمت اللہ شاہ قریشی

۲۲۔ مزار حضرت بہاری شاہ

۲۳۔ مزار حضرت بابا چراغ شاہ

۲۴۔ مزار چاندی شاہ

۲۵۔ دربار حضرت میراں شاہ بخاری

۲۶۔ صدر دروازہ خانقاہِ عالیہ

حضرت شاہ ابوالخیر بغدادی

۲۷۔ مزار معصوم شاہ ۲۸۔ مزار صادق شاہ

۲۹- مقبرہ پیر بھولا ۔ ۳۰- کوس مینار

عہدِ سکھاں

مہاراجہ رنجیت سنگھ سے لے کر مہاراجہ دلیپ سنگھ تک لاہور کی تمام مساجد بمقابر مزارات اور باغات سے قیمتی پتھر اور سنگِ مرمر اُتار کر گوردوارہ امرت سر بھیج دیئے گئے۔ اور لاہور کو مکمل طور پر کھنڈرات کی شکل میں ویران کر دیا۔

عمارات عہدِ انگلشیہ

لاہور کی اصل آبادی و ترقی عہدِ انگریز سے شروع ہوئی۔ جو آج تک برابر بڑھ رہی ہے اور اب اس شہر کی آبادی چالیس لاکھ کے قریب ہے۔

۱- برٹ انسٹی ٹیوٹ ۲- لیڈی گریفن سکول
۳- ریلوے ہیڈ کوارٹرز ۴- کیرن ہسپتال
۵- ریلوے کا پل ۶- ریلوے اسٹیڈیم
۷- ریلوے کا لنگڑی کا پل ۸- گاف گراؤنڈ
۹- میو گارڈنز ۱۰- کوئین میری کالج
۱۱- کانونٹ آف جیلس اینڈ میری ۱۲- شملہ پہاڑی
۱۳- ڈی ایس آفس ۱۴- کینیرڈ ہائی سکول
۱۵- بس اڈا موجودہ اڈا ادمنی بس
۱۶- ریلوے اسٹیشن ۱۷- جاوید منزل
۱۸- مزار پیر گوندی

عمارات عہدِ پاکستان

۱- جامعہ نعیمیہ
۲- مسجد مولوی غلام دین
۳- مزار محمد دین چشتی صابری
۴- مزار حضرت الحاج محمد وارث شاہ

ماخذ

۱- وقائع جہانگیری
۲- عملِ صالح۔ مصنفہ محمد صالح کمبوہ۔ اردو ترجمہ لاہور سنہ ۱۹۵۸ء (بادشاہ نامہ)
۳- مآثر الامرا۔ مصنفہ صمصام الدولہ شاہنواز خاں۔ اردو ترجمہ۔ لاہور
۴- خزینۃ الاصفیاء (فارسی) مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری۔ جلد دوم۔ سنہ ۱۸۶۸ء۔ سنہ ۱۹۰۲ء
۵- حدیقۃ الاولیاء (اردو) مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری۔ سنہ ۱۹۰۶ء۔ سنہ ۱۹۷۶ء
۶- تحقیقات چشتی۔ مصنفہ مولوی نور احمد چشتی لاہوری۔ سنہ ۱۸۶۵ء۔ سنہ ۱۹۰۴ء
۷- تاریخ لاہور۔ مصنفہ رائے بہادر کنہیا لال ایگزیکٹو انجینئر لاہوری۔ سنہ ۱۸۸۴ء
۸- ہسٹری آف لاہور (انگریزی) شمس العلماء خان بہادر سید محمد لطیف۔ سنہ ۱۸۹۲ء۔ سنہ ۱۹۵۶ء
۹- حدائق الحنفیہ۔ مصنفہ فقیر محمد جہلمی۔ لکھنؤ۔ سنہ ۱۹۰۶ء

١٠- سوانح عمری حضرت میاں وڈا صاحب سہروردی۔ مؤلفہ صاحبزادہ محمد شفیع ولد حاجی حافظ غلام محمد سجادہ نشین۔ لاہور۔ ١٩٠٩ء

١١- تذکرۂ علمائے ہند۔ مصنفہ مولوی رحمان علی۔ اردو ترجمہ محمد ایوب قادری۔ کراچی۔ ١٩٦١ء

١٢- تذکرہ اولیائے ہند و پاکستان مصنفہ مرزا محمد اختر دہلوی۔ لاہور۔ ١٩٥٦ء

١٣- تاریخ کمبوہاں۔ مصنفہ چوہدری نواب الدین کمبوہ امرتسری ١٩٢٦ء

١٤- علماء و مشائخ۔ مصنفہ محمد دین فوق۔ لاہور ١٩٢٦ء

١٥- لاہور عہد مغلیہ میں۔ مؤلفہ محمد دین فوق۔ لاہور۔ ١٩٢٧ء

١٦- لاہور کے اولیائے چشت۔ مصنفہ محمد دین کلیم قادری۔ لاہور۔ ١٩٦٨ء

١٧- لاہور کے اولیائے سہروردیہ۔ مصنفہ محمد دین کلیم قادری۔ لاہور۔ ١٩٦٩ء

١٨- بزرگان لاہور۔ مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی۔ لاہور۔ ١٩٦٠ء

١٩- نقوش لاہور نمبر۔ مدیر محمد طفیل۔ و عبداللہ قریشی۔ لاہور۔ ١٩٦٢ء

٢٠- اولیائے لاہور۔ مؤلفہ ملک محمد لطیف۔ لاہور۔ ١٩٦٢ء

٢١- تذکرہ صوفیائے پنجاب۔ مصنفہ اعجاز الحق لاہوری۔ کراچی۔ ١٩٦٢ء

٢٢- تذکرہ اولیائے لاہور مؤلفہ محمد وارث کامل۔ کراچی۔ ١٩٦٣ء

٢٣- لاہور سکھوں کے عہد میں۔ مصنفہ ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔ لاہور۔ ١٩٦٤ء

٢٤- حضرت سید جان محمد حضوری مصنفہ مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری۔ لاہور۔ ١٩٧١ء

٢٥- اکابر تحریک پاکستان۔ مصنفہ محمد صادق قصوری۔ لاہور۔ ١٩٧٩ء

٢٦- مدینۃ الاولیاء۔ مصنفہ مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری۔ لاہور۔ ١٩٧٥ء

٢٧- شریف التواریخ۔ جلد سوم۔ حصہ دوازدہم۔ لاہور۔ ١٩٨٤ء

٢٨- لاہور کے قدیم دینی مدارس۔ مصنفہ مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری۔

٢٩- محکمہ ریلوے کی طرف سے لاہور کے آثار قدیمہ کی تباہی۔ مصنفہ محمد دین کلیم قادری (قلمی نسخہ)

٣٠- یاد رفتگان۔ مصنفہ منشی محمد دین فوق۔ لاہور۔ ١٩٠٩ء

(باقی صفحہ ٦٣ پر)

کتابیات

محمد سرفراز نعیمی

نام کتاب : اَنوارِ مُصطفٰے

مرتّب : حضرت علاّمہ صاحبزادہ محمد عبدالصبور بیگ نشوری ہزاروی

صفحات : ۳۲۸

اشاعت دوم : بہ ترتیبِ نَو . ہدیہ ......

ملنے کا پتہ : (۱) دفتر ادارہ علمیہ جامع عالیہ صدیقیہ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
(۲) آستانہ عالیہ نقشبندیہ سالک آباد شریف حسن اَبدال (ضلع اٹک)

حضرت علاّمہ الحاج پیرِ طریقت صاحبزادہ محمد عبدالصبور بیگ نشوری ہزاروی صاحب کی ذاتِ گرامی اہلِ علم حضرات کے لئے تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ رسالت مآب حضور اکرم نورِ مجسّم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سیرتِ مطہرہ و مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو منصّہ شہود پر لانا آپ کی تصنیف و تالیف کردہ کتب کا خاص موضوع رہا ہے۔ پیشِ نظر کتاب "انوارِ مُصطفٰے" بھی اسی سلسلہ کی سعئ مبارکہ کا ایک حصّہ ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلّم کے کمالِ نورانیت اور جمالِ بشریّت کے اسرار کا بیان ہے۔ اَدب کی چاشنی کے ساتھ ساتھ محبّت سے معمُور جذبات کی فراوانی ہے۔ "انوارِ مصطفٰے" کو الفاظ کا جامہ پہنا کر پیکرِ نور کی جلوہ افروزیوں اور نبوّت کی ضیا پاشیوں کو سپردِ قرطاس کیا ہے اور بے مثل بشریت کے اسرار و رموز کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔

کتاب و سُنّت، تمام اہم مستند تفاسیر، متقدمین و متاخرین، علماء و فضلا اکابرین کے اقوال سے مدلّلانہ طرزِ اسلوب کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ کی صفاتِ بالا کو نہایت دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ خاص طور پر انوارِ مصطفٰے کی حقیقت، بے مثل بشریت، انوارِ مصطفٰے قرآن کریم کے غیر فانی الفاظ میں، انوارِ مصطفٰے ارشاداتِ نبوّت کے آئینے میں، "مِن نُورہٖ" کی تحقیق، نبوت کی ضیا پاشیاں، انوارِ مصطفٰے صحابہ

کرام کے ارشاداتِ قدسیہ کی روشنی میں انوارِ مصطفیٰ کے بارے میں اکابر علماءِ امت کا فیصلہ وغیرہم۔

علومِ اسلامیہ کے طالب کے لیے خصوصاً دار المطالعات کے لئے عموماً اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

○

سلسلۂ تعارفِ اسلام۔ ۳

نام کتاب: اسلام کا نظامِ عدل و تعزیرات

مرتب: حافظ نذیر احمد پرنسپل تعلیم القرآن (خط و کتابت) و شبلی کالج لاہور

سائز: $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$ کتابی سائز

صفحات: ۱۶۰

ہدیہ: صرف ۱۲/ روپے

ملنے کا پتہ: پاک مسلم اکادمی، الفضل مارکیٹ
۱۷۔ اردو بازار، لاہور ۲

محترم جناب الحاج حافظ نذیر احمد صاحب پرنسپل تعلیم القرآن و شبلی کالج علم و آگہی کے میدان میں مشہور و معروف شخصیت کے حامل ہیں۔ مختلف موضوعات پر کئی ایک کتب ان کے شحاتِ قلم کی آئینہ دار ہیں تعلیماتِ اسلام عالمگیر اہمیت و افادیت کی مظہر ہیں۔ حیاتِ انسانی کا کوئی گوشہ اور کوئی عمل ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں اسلام نے رہنمائی نہ کی ہو۔ لیکن شومئ قسمت، کمی اس امر کی رہی کہ صاحبِ اقتدار حضرات نے خلوص و نیک نیتی سے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش ہی نہ کی۔ صرف آرزوؤں اور تمناؤں کے اظہار سے تو مقاصد کی تکمیل نہیں ہوتی۔

اس کے لئے تو پیہم منزل تک رسائی کے لئے منصوبہ بندی، اپنی انا اور ذات کو فنا کرنے کے جذبہ کی موجودگی، اپنی شخصیت کی برتری کی خواہش سے پہلو تہی کا احساس دورنگی کے اظہار سے کامل پرہیز، دشمنانِ اسلام کے مقاصد کی تکمیل کے لئے ان کا آلۂ کار بننے سے انکار کرنے کی جرأتِ رندانہ کا پایا جانا، لابدی اور ضروری اوامر و عوامل ہیں۔

لیکن عاشقانِ اسلام ان ناگفتہ بہ حالات کے ہوتے ہوئے بھی اپنے فرائض کو بجالا رہے ہیں۔ اور اپنے حصولِ منزل پر گامزن ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب تعارفِ اسلام کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ مؤلف ہذا کی اس سے قبل دو کتب اسی ضمن میں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی کتاب کا نام ہے "اسلام کیا ہے؟" اور دوسری کتاب کا عنوان ہے "اسلام کیا چاہتا

ہے؟ اور اب اسی سلسلہ کی تیسری کتاب حیاتِ اجتماعیہ کے ایک اہم موضوع سے متعلق ہے۔ یعنی "اسلام کا نظامِ عدل و تعزیرات"

یہ کتاب ملکِ عزیز کے موجودہ حالات اور ملی تقاضوں کے پیشِ نظر مرتب کی گئی ہے اسکی قابلِ ذکر خصوصیت ایک یہ بھی ہے کہ ملک کے ممتاز چوبیس جید علماء کرام و اصحابِ فکر و نظر نے اس پر نظرِ ثانی کر کے اس کی افادیت اور استناد پر اپنی مہر ثبت فرمائی۔

اس کتاب کی تدوین کا اہم محرک ملک کے جیل خانے اور مقید و محبوس قیدیوں کے مسائل اور ان کی ضروریات ہیں۔ جن سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہر صاحبِ شعور اور فلاح ملت کے آرزو مند حساس افراد کو فکر و عمل کی دعوت دے رہا ہے۔ مؤلف کتاب گزشتہ چند برسوں سے تعلیم القرآن خط و کتابت کورس کے سلسلہ میں صوبہ پنجاب، سندھ، بلوچستان کی ۳۶ جیلوں کا کئی مرتبہ بنفسہٖ مشاہدہ و معائنہ کرنے اور ان کے احوال و مسائل کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ کتاب تحریر کی ہے جس کی بنا پر اس کی کتاب کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔

اس کتاب میں اسلام کے نظامِ عدل و تعزیرات اور نظامِ شہادت پر خاص طور پر بحث کی گئی ہے کتاب کے آغاز میں اسلامی نظامِ زندگی کے بنیادی اصولوں کا تذکرہ کیا ہے مختلف جرائم کے اسباب اور ان کی روک تھام نیز اسلامی سزاؤں کو کتاب و سنت کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ نیز جرائم کے بارے میں اسلامی سزاؤں کے مثبت ثمرات کے بارے میں غیر مسلم مفکرین کی آراء کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ کتاب میں مندرجہ ذیل امور پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے:

اسلام کا نظامِ تعزیرات، اسلام کا نظامِ شہادت، قتل، خودکشی، بدکاری کے محرکات اور سزائیں، سرقہ، ڈکیتی، شراب نوشی ناجائز تجارتوں کی تعیین۔ اسلامی سزائیں۔ کفارہ۔ توبہ۔ شاتمِ رسول کے بارے میں سزا اور مصائب و آلام کو دور کرنے کی دعائیں وغیرہ۔

عمومی طور پر یہ کتاب جہاں اہلِ علم کے لئے اضافہ علم کا ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے خصوصی طور پر جیل خانوں میں مقید، نظر بند اور پابندِ سلاسل حضرات کی عملی، ذہنی فکری تبدیلیوں میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے اور ان کے اصلاح و احوال کا بہترین ذریعہ بن سکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت

اپنے تمام جیلخانہ جات، تھانوں اور کچہریوں اور کورٹوں کی لائبریریوں کے لئے نہ صرف اسے خریدے بلکہ ملک بھر کے قیدیوں کی اصلاح کے لئے بھی مفت تقسیم کرے۔

○

سلسلہ تعارفِ اسلام - ۴

نام کتاب: انبیائے قرآن
مؤلف: حافظ نذیر احمد پرنسپل تعلیم القرآن و شبلی کالج لاہور۔
نظرِ ثانی: تیس علمار کرام و ماہرین تعلیم
صفحات: ۳۰۰
قیمت: -/۲۱ روپے
ملنے کا پتہ: پاک مسلم اکادمی۔ الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار۔ لاہور ۲

زیرِ تبصرہ کتاب تعارفِ اسلام کی چوتھی کڑی ہے۔ خالقِ کائنات نے قرآنِ عظیم میں جن انبیار و رسل کا تذکرہ جس انداز و ضمن میں فرمایا ان سب کو اس کتاب میں شامل کیا ہے۔ ان کے حالات۔ فضائل۔ اخلاق۔ معجزات۔ کمالات۔ اور ان کی تعلیمات کو قرآنِ کریم کی زبانی پیش کیا گیا ہے۔

مکرم و محترم جناب حافظ نذیر احمد صاحب کو اپنی فکری و ذہنی حاصل شدہ نتائج کو اچھوتے اور سہل انداز میں پیش کرنے کا خاص ملکہ حاصل ہے جس کے ذریعے سے وہ کئی صفحا پر مشتمل گفتگو کو نقشہ جات و چارٹ کی مدد سے شماریاتی و اعدادی انداز میں بآسانی قاری تک پہنچا دیتے ہیں۔ اور وہ ایک ہی نظر میں کتاب کے ماحصل تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں بھی سترہ نہایت عمدہ معلوماتی نقشہ جات موجود ہیں جن کا تعلق انبیار و رسل کے مقاماتِ بعثت اور ان کی سرزمین امم سے ہے۔

نقشہ سرزمین انبیائے قرآن کو دو رنگ میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کی مدد سے ایک عام آدمی بھی بخوبی معلوم کر سکتا ہے کہ کس کس مقام پر کون کون سے رسول و انبیار مبعوث ہوئے یہ نقشہ اپنی افادیت کے اعتبار سے کلیدی حیثیت کا حامل ہے۔ جب کہ انبیارِ کرام کے الگ الگ مقامِ نبوت کے نقشہ جات بھی اپنے اپنے تذکرہ والے مقامات موجود ہیں۔

انبیارِ کرام کے نسب نامہ کے عنوان سے ایک اور نقشہ موجود ہے جس میں حضرتِ آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیار

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تک تشریف لانے والے انبیاء کا شجرۂ نسب بیان کیا گیا ہے۔ جس کی بناء پر ایک ہی نگاہ میں ان کے باہمی تعلق کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ نیز تواریخ نبوت مساکن کا بھی ایک چارٹ موجود ہے۔

آغاز میں انگریزی اور عربی زبان کے اندر انبیاء کرام کے اسماء بھی تحریر کئے گئے ہیں تاکہ قارئین اشتباہ سے محفوظ رہ سکیں۔

کتاب میں آغاز سے اختتام تک صرف قرآنی تعلیمات و نبوی سنن کو ہی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ اور دیگر اسرائیلی روایات سے درگزر کیا گیا ہے۔ کیونکہ تحریف شدہ کتب میں تلبیس کی کثرت کی وجہ سے حق کا تیقن باقی نہ رہا۔ جبکہ انبیاء ورسل کی حقیقی تعلیمات پیغامات اور ان کے اُسوۂ حسنہ کو قارئین تک پہنچانا ہی اصل مقصد ہے۔

خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا قرآن عظیم میں جن جن مقامات پر آپ کے اسماء، اوصاف، تعلیمات کا ذکر صراحتاً یا ضمناً آیا ہے۔ اس کی تعیین کرتے ہوئے سورۃ کا نام اور اس کے بعد آیت کا نمبر لکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ قاری بآسانی اصل آیت اور ماخذ تک رسائی حاصل کر سکے۔

آخر میں قرآن مجید میں مذکورہ انبیاء کرام کی زبان مقدس سے مانگی ہوئی تمام دعاؤں کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ جو اہلِ علم و عمل کے لئے گرانمایہ سرمایہ ہے۔ بہترین کتابت و طباعت سے مزین اس کتاب کا ہر صاحبِ علم کے پاس ہونا باعثِ برکت وتزئین ہے۔

○

نام کتاب: عددی اعجاز القرآن

مرتب ومؤلف: محمد شفیع رانوی

صفحات: ۱۶۰

قیمت: -/۲۱ روپے

ملنے کا پتہ

پاک مسلم اکادمی۔ الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار لاہور ۲

اعجاز القرآن کے مختلف پہلوؤں پر ہر دور اور ہر زمانہ میں اہلِ نظر و صاحبِ فکر حضرات نے گراں قدر تصانیف مرتب کی ہیں اور اس ضمن میں متعدد مقالات و مضامین رسائل میں تحریر کئے اور بفضلہٖ تعالیٰ ہر دور میں زمانہ کے تقاضوں کے مطابق،

قرآن کریم کے اعجاز کے مختلف گوشوں کو واشگاف کیا جاتا رہا جس کی بنا پر غیر معمولی صاحبِ اذہان و فکر قلوب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ قرآن کریم کی تعلیمات ابدی اور اس کی حکمتیں لازوال ہیں۔ اس خاص موضوع پر قرآن حکیم کے الفاظ و حروف اور ان کی حرکات کے اعدادی اعجازی نظام کے جائزہ کے بارے میں ادب اسلامی میں یہ دوسری کتاب ہے۔ پہلی کتاب ایک مصری عالم عبد الرزاق نوفل نے عربی میں مرتب کی تھی جس کا تعلق قرآن کریم کے الفاظ (اسماء و مضامین) کے باہمی ربط اور تناسب سے تھا۔ چنانچہ اس کتاب کے مقدمہ کے اندر بھی علامہ نوفل کی کتاب سے ماخوذ ایک طویل فہرست تعداد الفاظ قرآن، شامل ہے۔ جو معلومات افزا امور سے خالی نہیں۔ مثلاً

قرآن کریم میں لفظ "دنیا" ١١٥ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ جبکہ لفظِ "آخرت" بھی ١١٥ مرتبہ آیا ہے۔ شیطان کا تذکرہ ٨٨ مرتبہ ہے تو، دوسری جانب ملائکہ کا تذکرہ بھی ٨٨ مرتبہ آیا موت کا ذکر ١٤٥ مرتبہ ہے تو حیات بمعہ مشتقات بھی ١٤٥ مرتبہ ہے۔ نفع کا ذکر ٥٠ مرتبہ تو فساد کا ذکر بھی ٥٠ مرتبہ۔ لفظ ناس، انسان، انس۔ اناس اور بشر کا تذکرہ ٣٦٨ مرتبہ تو لفظِ رسول اور اس کے مشتقات بھی ٣٦٨ مرتبہ نیز لفظِ محمد ٤ مرتبہ تو شریعت بھی ٤ مرتبہ اور روح القدس بھی ٤ مرتبہ۔

حدیثِ نبوی ہے کہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس کے عجائبات کی کوئی انتہا نہیں یہ عددی اعجاز بھی انہیں حیران کن اعجازات میں ایک اعجاز ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں فاضل مرتب نے قرآن مجید کے الفاظ و حروف اور ان کی حرکات و سکنات میں بے مثال متوازن ربط اور حیرت انگیز حسابی تناسب اور کامل ہم آہنگی پر متجسسانہ جستجو اور محققانہ کاوش کی ہے۔ جو یقیناً برِصغیر پاک و ہند کے لئے قابلِ فخر سرمایہ ہے۔

قرآنِ کریم کی چھوٹی سی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کے مخصوص اعجازی توازن و توافق اور ربط و تعلق کا تذکرہ زیرِ نظر کتاب میں ٢٨ صفحات پر محیط ہے۔ اور حروفِ مقطعات کا بیان، ٤٧ صفحات پر مشتمل ہے۔ سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت الحمدُ للہ رب العٰلمین کے لئے ٣٣ صفحات مختص ہوئے۔

نیز اس کتاب میں ارشاد خلیفہ مصری ثم امریکی کی قرآن حکیم کے عددی اعجاز پر غلط توجیہات پر بھی مضبوط گرفت کی ہے۔